McGill University Library
3 103 356 051 4

حقوق الاسلام

(مع رسالہ سماع و مزامیر)

مصنف۔ قاضی ثناء اللہؒ پانی پتی

مترجم۔ وحید الدین سلیم پانی پتی

MGl .P192hq U/S
INSTITUTE
OF
ISLAMIC
STUDIES
★
McGILL
UNIVERSITY
31926

ch
60

Panipati

حقوق الاسلام

Huqūqu-l-Islām

(معہ رسالہ سماع و مزامیر)

تصنیف۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی

ترجمہ۔ وحید الدین سلیم پانی پتی

ناشر

پاک اکیڈیمی (۱۳۱/۱ وحید آباد) گولی مار۔ کراچی ۱۸

بار اوّل (ایک ہزار) قیمت ۳/۸

(ایجوکیشنل پریس کراچی)

MGI
P19249
U/3

بیادگار

اپنے نانا حاجی وہاب الدین بدایونی

(المتوفی ۱۹۱۴ء)

جن کے افکار و خیالات والدہ ماجدہ کے ذریعے
ہم تک پہنچے

محمد ایوب قادری

یکم محرم الحرام ۱۳۸۲ھ
۱۹۶۲ء

فہرست مضامین

صفحہ
مقدمہ :- ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی۔ ۵
دیباچہ اول :- ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ وحید الدین سلیم پانی پتی ۱۱
اللہ تعالیٰ کے حقوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۱۳
رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۱۶
خلفائے راشدین رضی کے حقوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۱۸
صحابۂ کرام اور ازواج مطہرات کے حقوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۱۹
علمائے کرام کے حقوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۲۰
والدین کے حقوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۲۲
رشتہ داروں کے حقوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۲۹
دائی کے حقوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۳۸
حاکم کے حقوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۳۸
قاضی کے حقوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۴۱
شوہر کے حقوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۴۲
آقا کے حقوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۴۳
رعایا کے حقوق ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ ۴۵

صفحہ

مدعی اور مدعا علیہ کے حقوق ... ۴۷
بیوی کے حقوق ... ۴۹
اولاد کے حقوق ... ۵۰
غلام کے حقوق ... ۵۱
جانوروں کے حقوق ... ۵۲
ہم سائے کے حقوق ... ۵۵
دوستوں کے حقوق ... ۵۷
عام مسلمانوں کے حقوق ... ۶۱
حقوق اللہ ... ۷۷
حقوق العباد ... ۷۹
ذمیوں کے حقوق ... ۸۸
مظلوم کے حقوق ... ۸۹
حُسنِ اخلاق ... ۹۴
تنبیہ ... ۹۷
رسالہ سماع و مزامیر ... ۱۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ "حقوق الاسلام"

نوشتہ۔ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی

حضرت قاضی ثناء اللہ عثمانی، پانی پت کے نہایت فاضل۔ عالم۔ صوفی اور فقیہہ بزرگ تھے! ور تفسیر۔ فقہ اور علم الکلام میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے۔ زہد و اتقا میں لاثانی اور علمیت و قابلیت میں بے نظیر تھے۔ مختلف حیثیتوں کے لحاظ سے اُن کے زمانہ میں کوئی اُن کا مثیل اور شریک نہ تھا۔ ۷ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا تھا اور ۱۶ برس کی عمر میں علوم متداولہ کی تحصیل سے فارغ ہو گئے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے شاگرد۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے مرید اور حضرت شاہ عبد العزیز کے ہمعصر تھے۔ اُن کا دینی مرتبہ اور مذہبی تقدس اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے اُن کو "علم الہدیٰ" کا اور حضرت شاہ عبد العزیز نے "بیہقیٔ وقت" کا خطاب دیا تھا۔ کتب تفاسیر میں اُن کی کتاب "تفسیر مظہری" کو خاص امتیاز حاصل ہے۔ اور حقیقت میں یہ نہایت بے نظیر، مستند اور فاضلانہ تفسیر ہے۔ فقہ میں "مالابد منہ" اُن کی نہایت مشہور اور بے مثل کتاب ہے جس کا اُردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے اور اب تک عربی مدارس کے نصابِ دینیات میں شامل ہے۔ ان کے علاوہ بھی حضرت قاضی صاحب نے مختلف موضوعات اور مختلف مسائل پر ۳۰ کے قریب فیصلہ کن رسائل تصنیف فرمائے۔ اُن کی

31926

بہت سی کتابوں کے نام مولوی حکیم عبدالحیٔ صاحب نے "نزہۃ الخواطر" میں دیے ہیں جو حال ہی میں حیدرآباد دکن سے ۸ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی ہے۔

منجملہ دیگر رسائل کے "حقوق العباد" پر ایک نہایت مبسوط اور پراز معلومات کتاب حضرت قاضی صاحب نے "حقوق الاسلام" کے نام سے لکھی تھی، جو "حقیقت الاسلام" کے نام سے بھی مشہور ہے۔ اس میں فاضل مؤلف نے نہایت تفصیل اور سلاست کے ساتھ اُن حقوق کی شرح قرآن کریم اور احادیث نبوی کی روشنی میں کی ہے جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جن سے عام طور پر نہایت بے توجہی برتی جاتی ہے۔ یہ رسالہ فی الحقیقت بار بار پڑھنے اور پڑھ کر عمل کرنے کے قابل ہے۔ اور واقعتاً اس لائق ہے کہ ہر مسلمان اس کو اپنا دستور العمل بنائے۔

یہ رسالہ فارسی زبان میں تھا۔ جب ۱۹۰۱ء میں مولوی سید وحید الدین سلیم نے پانی پت میں "حالی پریس" کے نام سے ایک مطبع قائم کرکے اشاعت کتب کا کام شروع کیا تو اس رسالہ کا اردو ترجمہ کرکے ۱۹۰۲ء میں "حقیقت الاسلام" کے نام سے شائع کیا۔

مولوی سید وحید الدین سلیم کی طبیعت نہایت لاابالی اور بے پروا واقع ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ عربی اور فارسی کے نہایت جید عالم تھے، مگر اُنھوں نے نام و نمود اور شہرت و عزت کی کبھی خواہش اور آرزو نہیں کی۔ ہزاروں غزلیں لکھ کر لوگوں کو دے دیں جو اُنھوں نے اپنے نام سے مشاعروں میں پڑھیں۔ بہت سی کتابوں کے عربی اور فارسی سے ترجمے کیے۔ مگر اُن پر اپنا نام بحیثیت مترجم نہیں لکھا۔ متعدد کتابیں تالیف اور تصنیف کیں لیکن اُن کو بلا نام شائع کیا۔ اُن کی

تصنیفات۔ تالیفات اور تراجم میں سے مجھے صرف دو چیزیں ایسی ملی ہیں جن پر مولانا کا نام لکھا ہوا ہے۔ ایک "تبصرہ سفرنامہ ابن جبیر" اس کی مجبوری اس لئے پیش آئی کہ یہ مضمون پہلے اُن کے نام سے اُن کے رسالہ "معارف" میں شائع ہو چکا تھا۔ دوسری کتاب "وضع اصطلاحات" ہے جو انجمن ترقی اردو نے شائع کی تھی اور اُس نے بطور خود اُس پر مولانا کا نام لکھ دیا تھا۔ باقی اُن کی کسی اور کتاب پر مجھے اُن کا نام نظر نہ آیا۔)

اپنی کتابوں پر اپنا نام شائع نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بدقسمتی سے مولانا کو اپنی قابلیت اور اپنی لیاقت پر بڑا ناز تھا۔ اور وہ "معمولی" کتابوں پر اپنا نام لکھنے کو اپنے علم و فضل کی توہین سمجھتے تھے۔ بالکل اسی طرح جب شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی کے ماہنامہ "الندوہ" لکھنؤ میں الہ آباد کے نہایت موقر۔ مقتدر اور مشہور ماہوار رسالہ "ادیب" کا ریویو بہت عمدہ اور شاندار الفاظ میں شائع ہوا تو الندوہ کے اگلے شمارے میں اسسٹنٹ ایڈیٹر کی طرف سے لکھا گیا کہ "گذشتہ ماہ میں رسالہ ادیب" الہ آباد پر جو تبصرہ شائع ہوا تھا وہ حضرت شمس العلما مولانا شبلی کی طرف سے نہ سمجھا جائے۔ کیونکہ مولانا کی شان اس سے بہت ارفع اور اعلیٰ ہے کہ وہ ایسے معمولی رسالوں کی تعریف کریں"۔ کچھ ایسی ہی ذہنیت ابوالمحاسن مولانا سید حمید الدین سلیم سابق لٹریری اسسٹنٹ سرسید احمد خاں کی بھی تھی۔ اور اسی سے وہ کتابوں پر اپنا نام لکھنا پسند نہ فرماتے تھے۔

پانی پت میں ان کی کتابوں اور دوائیوں کی دوکان کا نام "پنجاب

نیشنل ایجنسی" تھا جس کا اشتہار وہ "ایس۔ ایم۔ حمید" کے نام سے دیا کرتے تھے اور سارا کام خود کرتے تھے۔ (حمید الدین اُن کے چھوٹے بھائی کا نام تھا جو دائم المرض اور بیکار سا شخص تھا) ایک روز میں نے مولانا سے پوچھا کہ حضرت! یہ حمید۔ کے نام کے ساتھ آپ نے ایس۔ ایم کیوں لگایا ہے؟ ہنس کر کہنے لگے، میاں ایس شیطان کا اور ایم ملعون کا۔

مولانا وحید الدین سے میرے تعلقات اُن کی آخر عمر تک رہے۔ بہت ہی بذلہ سنج۔ ظریف الطبع۔ شگفتہ مزاج اور بامذاق انسان تھے۔ ان کا مزاح اکثر بلکہ بیشتر حد اعتدال سے گزر کر پھکڑ پن کا رنگ اختیار کر لیتا تھا۔ طبیعت بڑی رنگین پائی تھی۔ علم و فضل اور ٹھوس ادبی قابلیت کے باوجود ڈھول طبلہ اور سارنگی سے بھی خوب شغل رہتا تھا۔ اُن کے ہم جلیس جہاں ملک کے زبردست عالم اور فاضل بزرگ تھے۔ وہاں بہت ہی معمولی اور متبذل قسم کے انسان بھی اُن کے ہر وقت کے پاس بیٹھنے والوں میں تھے۔ پان کھانا چائے پینا۔ غزلیں لکھ کر لوگوں کو دے دینی اور پھر مشاعروں میں اُن کی پُرزور داد دینا اور گانا بجانا اُن کے محبوب مشغلے تھے اور ساری عمر مولانا نے اس عالم میں گزار دی۔ مگر یہ ضرور تھا کہ جب کوئی ایسا آدمی اُن سے ملنے آتا جسے اِن رنگین دلچسپیوں سے کوئی تعلق نہ ہوتا تو اُس کی خاطر مولانا اپنے رنگین طبع ساتھیوں کو روک دیا کرتے تھے اور طبلے پر تھاپ پڑنی تھوڑی ہی دیر کے لئے موقوف ہو جاتی تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ میں اُن کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُن کے کمرے سے رنگین صدائیں بڑے زور سے نکل رہی تھیں۔ میں نے

مولانا کے شغل میں ہارج نہ ہونے کے خیال سے گھر کے باہر ہی سے واپس لوٹنا چاہا مگر مولانا نے مجھے دیکھ لیا، فوراً وہ سب صدائیں بند کروادیں اور کمرے میں یکدم سکون ہو گیا۔ میرا مطلب اس بیان سے مولانا کی تنقیص نہیں بلکہ یہ ظاہر کرنا ہے کہ عربی زبان کے متبحر عالم ہونے کے باوجود مولانا زاہد خشک نہ تھے اور ہر قسم کی دلچسپیوں سے اپنا دل بہلالیا کرتے تھے۔

اپنی دوسری بہت سی کتابوں کی مانند جب اُنھوں نے حضرت قاضی ثناءاللہ رحمتہ اللہ علیہ کے رسالہ "حقوق الاسلام" اور رسالہ "سماع و مزامیر" کا اُردو ترجمہ شائع کیا تو ان رسالوں پر بھی حسب معمول بحیثیت مترجم اپنا نام نہیں لکھا۔ بلکہ صرف یہ عبارت سرورق پر تحریر فرمائی "مرتبہ کارپردازان دفتر "پنجاب نیشنل ایجنسی" ایس۔ ایم۔ حمید کے اہتمام سے حالی پریس پانی پت میں طبع ہوا" میں پورے اعتماد۔ پورے یقین اور پورے وثوق سے بیان کرتا ہوں کہ یہ دونوں رسالے مولوی سید وحیدالدین سلیم ہی کے ترجمہ شدہ ہیں۔ کسی اور کے ہرگز نہیں۔

یہ رسالے چھپنے کے کچھ عرصہ بعد ختم ہو گئے تھے۔ دوبارہ انھیں چھپنا نصیب نہ ہوا۔ صرف ان ہی رسالوں کا نہیں بلکہ حالی پریس پانی پت کی قریباً تمام مطبوعات کا یہی حشر ہوا کہ باوجود مفید ہونے کے وہ دوبارہ نہ چھپیں۔ کیونکہ مولانا حصول معاش کی تلاش میں پانی پت سے باہر نکل گئے اور اپنے پیچھے کسی ایسے آدمی کو نہیں چھوڑ گئے جو پریس اور بکڈپو کو چلاتا۔ اس لیئے جو کتابیں اس مطبع سے چھپ کر نکلیں وہ کچھ دنوں بعد نایاب اور ناپید ہو گئیں۔ اُن ہی میں سے رسالہ

"حقوق الاسلام"، اور رسالہ "سماع و مزامیر" بھی تھے۔ اتفاق سے ان کے نسخے مولوی محمد ایوب صاحب قادری کے کتب خانے میں محفوظ ہیں اور انھوں نے فائدہ عام کے لیے اس کی دوبارہ اشاعت مناسب سمجھی۔

بلاشبہ ان رسالوں کی اشاعت آج اُس وقت سے بھی زیادہ ضروری ہے جب پہلی مرتبہ ان کا ترجمہ شائع ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ غور اور توجہ کے ساتھ انھیں پڑھیں اور ان میں درج شدہ نصائح پر عمل کر کے خدا اور رسُول کی خوشنودی حاصل کریں۔ اَللّٰھُمَّ آمین۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی وفات ۲ر اگست ۱۸۱۰ء کو ہوئی۔ اور مولوی وحید الدین سلیم نے ۲۹ر جولائی ۱۹۲۸ء کو انتقال کیا۔

شیخ محمد اسماعیل پانی پتی

رام گلی ۳ لاہور

۲۲ر مئی ۱۹۶۲ء بوقت ۱۲ بجے شب۔

دیباچہ اوّل

قاضی ثناءاللہ صاحب ہمارے وطن کے ایک مشہور فقیہ اور محدّث تھے۔ اُن کی تصنیفات میں سے کتاب مالابدمنہ بہت مشہور ہے۔ اِس کتاب کے علاوہ اُنھوں نے اور بہت سے چھوٹے چھوٹے رسالے نہایت مفید اور کارآمد مذہبی مضامین پر لکھے ہیں۔ جن میں سے ایک رسالہ کا نام حقوق الاسلام ہے۔ یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے اور اس میں حقوق العباد پر نہایت عمدگی اور خوبی سے بحث کی گئی ہے۔ چونکہ آج کل مسلمانوں کو حقوق العباد کی طرف متوجہ کرنا نہایت ضروری ہے اور عام طور پر مسلمان اس سے غافل ہیں۔ اس لئے ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ اس رسالہ کا اُردو ترجمہ مسلمانوں کے ملاحظہ اور فائدہ کے لئے چھاپ کر شائع کریں

اصل رسالہ جو فارسی زبان میں ہے ہم اس لئے شائع نہیں کرتے کہ آج کل، فارسی زبان کی طرف سے عام طور پر بے توجہی اور بے پروائی پائی جاتی ہے اور سب آدمی اُردو زبان کی کتابیں پڑھنے کے شائق ہیں۔

ترجمہ میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ سلیس اور

عام فہم اور با محاورہ عبارت میں اصل کتاب کا مضمون ادا کیا جائے
اُمید ہے کہ ناظرینِ رسالۂ ہٰذا اُس مضمون کو جس پر قاضی صاحب مرحوم
و مغفور نے یہ رسالہ تحریر فرمایا ہے۔ دلچسپی سے مطالعہ کریں گے
اور کوشش کریں گے کہ اس سے اچھی طرح فائدہ اُٹھائیں اور
اُس پر عمل کریں۔

واللّٰہ الموفق للصواب والیہ المصیر والمآب۔

(وحید الدین سلیم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ کے حقوق

تمام مسلمانوں پر واضح ہونا چاہیئے کہ اُن کی گردن پر سب سے پہلا حق یہ ہے کہ خدا کا شکر ادا کریں جس نے تمام مخلوقات کو ہستی کا جامہ پہنایا اور ہستی کے متعلّق جو چیزیں ضروری ہیں وہ سب اُسی نے عطا فرمائیں۔ اُس کا کوئی شریک اور ہمسر نہیں ہے۔ **شیخ سعدی شیرازی** نے گلستاں کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "جب سانس اندر جاتا ہے تو اُس سے زندگی کو مدد پہنچتی ہے اور جب وہ باہر آتا ہے تو اُس سے تفریح حاصل ہوتی ہے۔ اس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر سانس میں دو نعمتیں موجود ہیں اور ہر نعمت پر ایک شکر واجب ہے۔ پس ایسا کون ذی روح ہے جس کی زبان سے خدا کا شکر ادا ہو سکے۔"

اس کے علاوہ اگر تم زبان۔ یا دل۔ یا اعضا سے خدا کی کسی ایک نعمت کا شکر بھی ادا کرو تو شکر کرنے کی توفیق پانا بھی خدا ہی کی طرف سے ہے اور یہ بھی اُس کی ایک نعمت ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک شکر میں کئی شکر ادا کرنے لازم ہیں اور ایسا ہونا انسان کی ذات سے ناممکن ہے۔ خداوندِ عالم اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ "اگر تم خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو وہ اتنی ہیں کہ اُن کو تم پورا پورا نہیں گن سکتے۔

بیشک خدا بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔" اِس آیت سراپا ہدایت کے آخر میں جو یہ الفاظ ہیں کہ "بیشک خدا بخشنے والا اور مہربان ہے" اِن سے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ خدا نے اپنی رحمت اور مہربانی سے انسانوں کو ایسے کاموں کے کرنے پر مجبور نہیں کیا ہے جن کے کرنے کی طاقت اُن میں نہیں ہے اور اسی لئے اُس نے اپنی نعمتوں اور رحمتوں کا اُسی قدر شکر اُن پر واجب کیا ہے جس قدر کہ ان سے ادا ہونا ممکن ہے اور جس قدر کہ ادا ہونا ناممکن ہے اُس کو معاف کر دیا ہے۔ پھر جس کسی نے اپنی طاقت کے موافق اُس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا ہے اُس کو بڑا شکر ادا کرنے والا کہا ہے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السّلام کی نسبت خدا نے فرمایا ہے کہ وہ ہمارا بڑا شکر گزار بندہ تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے مقدور بھر شکر ادا کرنے سے کوتاہی اور بے پروائی کرے وہ پرلے درجہ کا ظالم اور ناشکرا ہے۔ کیونکہ وہ ایسے مُنعم کی نعمتوں کا ادنےٰ شکر (یعنی مقدور کے موافق) بھی ادا نہیں کرتا ہے۔ جس کی نعمتوں کا شمار نہیں ہو سکتا۔ خداوندِ عالم خود فرماتا ہے کہ "اگر تم خدا کی نعمتوں کو گننا چاہو تو اُن کو پورا پورا نہ گن سکو گے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ انسان بڑا ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکرا ہے۔"

پس اتنا شکر جس کا ادا کرنا بندوں پر واجب ہے یہ ہے کہ وہ خدا اور اُس کی کامل صفات کو جہاں تک کہ اُن کی طاقت میں ہے پہچانیں اور وہ اعتقاد رکھیں جو اُس نے اپنے کلامِ پاک میں ظاہر کیا ہے اور وہ عادتیں

اختیار کریں جن کی ہدایت اُس نے فرمائی ہے اور وہ اعمال کرتے رہیں جو اُس کی مرضی کے مطابق ہیں۔ خاص کر وہ حقوق جو اُس نے بندوں کے ذمے واجب کئے ہیں اُن کو اچھی طرح ادا کریں اور اُن باتوں کے کرنے سے پرہیز کریں جن کے کرنے سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ نیز خدا کی خوشی کو اپنی خوشی پر اور تمام مخلوقات کی خوشی پر مقدم جانیں۔ تاکہ اُس روز خدا کے سامنے اُن کو شرمندہ نہ ہونا پڑے جبکہ ہر شخص اس بات کو اچھی طرح سے جان لے گا کہ اُس نے کس بات کو مقدم رکھا تھا اور کس بات کو مؤخر رکھا تھا۔ یعنی دنیا میں اُس نے اپنی مرضی کو خدا کی مرضی پر مقدم رکھا تھا۔ یا خدا کی مرضی کو اپنی مرضی پر مقدم جانا تھا۔ خداوند عالم فرماتا ہے کہ "اے پیغمبر مسلمانوں کو سمجھا دو کہ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیبیاں اور تمھارے کنبے دار اور مال جو تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا تم کو اندیشہ ہو اور مکانات جن میں رہنے کو تمھارا جی چاہتا ہے اگر یہ چیزیں اللہ اور اُس کے رسولؐ اور اللہ کے رستے میں جہاد کرنے سے تم کو زیادہ عزیز ہوں تو ذرا صبر کرو۔ یہاں تک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہے وہ تمھارے سامنے لا موجود کرے۔"

پس ہر ایک شخص کو جو مسلمان ہو واجب ہے کہ جس شخص سے دوستی کرے خدا ہی کے لئے دوستی کرے اور جس شخص سے دشمنی کرے خدا ہی کے واسطے دشمنی کرے اور جس شخص کو کوئی چیز دے خدا ہی کے لئے دے۔ اور جس شخص کو نہ دے خدا ہی کے واسطے نہ دے۔ یعنی ہر ایک کام میں

جس کو وہ کرتا ہے۔ یا نہیں کرتا ہے خدا کی مرضی کو مقدم جانے۔ یہانتک کہ اگر وہ اپنی بیوی۔ یا بچے کو کھانے کا ایک نوالہ بھی دے تو اُس میں بھی یہ نیت دل میں کرے کہ میں اُس حق کو ادا کرتا ہوں جو خدا نے مجھ پر واجب کیا ہے۔

ابوداؤد نے **ابو امامہؓ** سے اور **ترمذی** نے معاذؓ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرماتے ہیں کہ "جو شخص خدا ہی کے لئے دوستی کرتا ہے اور خدا ہی کے لئے دشمنی کرتا ہے اور خدا ہی کے لئے دیتا ہے اور خدا ہی کے لئے نہیں دیتا ہے اُس کا ایمان پورا اور کامل ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ **بخاری** اور **مسلم** نے **ابن مسعودؓ** سے ایک اور روایت بیان کی ہے کہ آں حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص اپنے اہل و عیال کو گزارہ دیتا ہے یہ گزارہ دینا بھی اُس کے لئے بمنزلہ صدقہ کے ہے۔"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حقوق

چونکہ خدا کی ذات اور صفات کا پہچاننا اور اُن باتوں کا جاننا جن سے وہ خوش ہوتا یا ناراض ہوتا ہے بغیر وسیلہ پیغمبروں کے نہیں ہو سکتا اور اس مطلب کے لئے انسان کی عقل کافی نہیں ہے۔ اس لئے خدا کی کتابوں اور اُس کے رسولوں اور رسولوں کے حکموں پر ایمان لانا عین خدا پر ایمان لانا ہے۔ قبیلہ **عبدالقیس** کے قاصد سے رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے پوچھا "کیا تم جانتے ہو کہ

خدا پر ایمان لانے سے کیا مطلب ہے؟" انھوں نے عرض کیا۔ "خدا اور اُس کا رسُول ہم سے بہتر جانتے ہیں۔" آنحضرت نے فرمایا کہ "خدا پر ایمان لانا اس بات پر ایمان لانا ہے کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اُس کے رسول ہیں"۔ اس واقعہ کو بخاری اور مسلم دونوں نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔

اس میں ذرا شک نہیں ہے کہ رسول اللہؐ کی فرماں برداری عین خدا کی فرماں برداری ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں صاف طور پر آیا ہے کہ "جو شخص رسُول کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے"۔

اسی طرح رسولِ اللہؐ سے محبّت کرنا عین خدا سے محبّت کرنا ہے۔ مسلم اور بخاری نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) فرماتے ہیں کہ "اے مسلمانو! تم میں سے کسی کا ایمان پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ مَیں اُس کے نزدیک اُس کے ماں باپ اور اولاد اور تمام انسانوں سے زیادہ عزیز اور محبوب نہ ہو جاؤں"۔

سچ یہ ہے کہ خدا کے بعد رسولِ خدا کا حق ادا ہونا بھی ہماری طاقت سے باہر ہے مگر ہمارے ذمّے اتنا ہی حق رکھا گیا ہے جس کا ادا کرنا ہماری طاقت میں ہے اور وہ یہ ہے کہ جن باتوں کے کرنے۔ یا نہ کرنے کا حکم رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے دیا ہے اُن کو ہم پوری طرح مانیں اور اُن پر عمل کریں۔ نیز اُن پر درود پڑھتے رہیں اور اُن کی اولاد اور ازواج اور اصحاب سے محبّت رکھیں۔

خلفائے راشدینؓ کے حقوق

جس طرح خدا کی ذات و صفات کا پہچاننا اور اُن باتوں کا جاننا جن سے خدا خوش یا ناخوش ہوتا ہے بغیر رسولِ خدا کے ذریعہ کے ممکن نہیں ہے اسی طرح اس بات پر بھی یقین کرنا چاہئے کہ خدا اور رسولِ خدا کے احکام ہم کو رسولِ خدا کی اولاد اور اصحاب کے ذریعہ سے معلوم ہوئے ہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ شریعت محمدی کو جو طاقت اور رونق حاصل ہوئی ہے وہ انھیں اصحاب کے ذریعہ سے ہوئی ہے جن کو **خلفاء راشدینؓ** کہتے ہیں۔ نیز پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اقوال اور افعال جو بعض صحابیوں کو معلوم تھے اور بعض کو معلوم نہ تھے انھیں کی کوشش سے مشہور ہوئے ہیں۔ جن مسائل میں اختلاف اور شک ہوتا تھا اُن کو یہی صحابی دیگر صحابیوں کو جمع کرکے تحقیق کرتے تھے اور تحقیق ہو جانے کے بعد اُن کو جاری کر دیتے تھے۔ اسی بناء پر صحابۂ کرام سے محبت کرنا اور اُن کی فرماں برداری کرنا رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ محبت کرنا اور اُن کی فرماں برداری کرنا ہے۔ چنانچہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں کہ "جو شخص اُن سے محبت رکھتا ہے وہ حقیقت میں مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو شخص اُن سے عداوت رکھتا ہے وہ مجھ سے عداوت رکھتا ہے۔ جو اُن کو ستاتا اور تکلیف دیتا ہے وہ گویا مجھ کو تکلیف دیتا ہے اور جو مجھ کو تکلیف دیتا ہے وہ گویا خدا کو ایذا پہنچاتا ہے۔"

ان الفاظ کو **ترمذی** نے **عبداللہ بن معقلؓ** سے روایت کیا ہے۔
مسلم اور **ترمذی** نے **حذیفہؓ** سے یہ الفاظ بھی روایت کئے ہیں کہ

"اے مسلمانو! میرے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ کی پیروی کرنا۔" اس کے علاوہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "اے مسلمانو! تم اوّل میری پیروی کرو۔ پھر میرے بعد خلفاء راشدینؓ کی پیروی کرنا۔"

صحابہ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ کے حقوق

زرین نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ تم ان میں سے جن کی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے۔"

ازواج مطہراتؓ میں سے حضرت عائشہؓ کی نسبت آں حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "اے مسلمانو! تم دین کا نصف علم حمیراء یعنی عائشہؓ سے حاصل کر سکتے ہو۔"

خلفاءِ راشدین میں سے حضرت علیؓ کی نسبت رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے یہ الفاظ فرمائے ہیں کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اُس شہر کا دروازہ ہے۔" ان الفاظ کو حاکم اور طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

عترت اطہار کی نسبت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "میں تمہاری ہدایت کے لئے دو وسیلے چھوڑ جاتا ہوں۔ ان میں سے ایک وسیلہ قرآن مجید ہے اور دوسرا وسیلہ میری عترت ہے۔ ان الفاظ کو احمد بن حنبل اور طبرانی نے زید بن ثابت سے روایت کیا ہے۔

علمائے کرام کے حقوق

ازواج مطہرات اور اہلِ بیت اور صحابہ کے بعد اُن علماء سے محبت رکھنا بھی ضروری ہے

جنھوں نے قرآن اور حدیثوں کو جمع کیا اور جو **محدث** کہلائے یا جنھوں نے قرآن اور حدیث پر غور کر کے اُن کے مسائل کو طے کیا جن میں لوگوں کو تردد تھا۔ اور جو فقیہ کہلائے۔ یا جنھوں نے دین کی کتابیں تصنیف کیں۔ یا جو علومِ دینی اور علومِ باطنی میں کامل اُستاد ہو گزرے ہیں۔ کیونکہ یہ بزرگ شریعت کے علم بردار اور پیغمبروں کے وارث ہیں۔

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں کہ "علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء نے میراث میں مال نہیں چھوڑا۔ بلکہ اُن کی میراث علم دین ہے"۔ نیز آں حضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "عالم کو عابد پر اتنی فضیلت ہے جتنی کہ مجھ کو تم میں سے ادنیٰ مسلمان پر ہے"۔ یہ فرما کر آنحضرتؐ نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی جس کا مطلب یہ ہے کہ "خدا کے بندوں میں سے علماء ہی وہ نیک بندے ہیں جو اُس سے دل میں ڈرتے رہتے ہیں"۔ اس حدیث کو **ترمذی** نے **ابوامامہ** سے اور **دارمی** نے **مکحول** اور **حسن** سے روایت کیا ہے۔

نیز رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "مجھ کو خدا نے بندوں کو تعلیم دینے اور علم دین سکھانے کے لئے دنیا میں بھیجا ہے"۔ اس کے سوا **بیہقی** نے **انسؓ** سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں کہ "خدا سب سے زیادہ فیاض ہے۔ اُس کے

بعد میں بنی آدم میں سب سے زیادہ فیاض ہوں پھر میرے بعد وہ شخص فیاض ہے جو علمِ دین سیکھتا اور لوگوں کو سکھاتا ہے۔ قیامت کے دن پیغمبروں کی طرح اُس کے ساتھ بھی ایک اُمّت ہوگی۔" اس حدیث میں اُمّت کے لفظ سے وہ لوگ مراد ہیں جو علمِ دین سیکھتے اور علمائے دین کی شاگردی اختیار کرتے ہیں۔

ذہبی نے عمران بن حصین سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں کہ "قیامت کے دن وہ روشنائی جس سے علما علمِ دین کی کتابیں لکھا کرتے اور شہیدوں کا خون دونوں کا وزن کیا جائے گا پھر علماء کے لکھنے کی روشنائی وزن میں شہیدوں کے خون سے زیادہ ہو جائے گی۔"

اس میں شک نہیں ہے کہ علماء اور اولیاء اللہ سے محبت رکھنا اور اُن کی فرماں برداری کرنا خدا اور رسولؐ سے محبت رکھنا اور اُس کی فرماں برداری کرنا ہے۔ خداوندِ عالم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ "اے مسلمانو! تم خدا اور رسولؐ کی اور اُن لوگوں کی اطاعت کرو جو تم میں سے اولوالامر ہوں۔" یہاں اولوالامر کے لفظ سے وہ لوگ مُراد ہیں جو خدا اور رسولؐ کے احکام خدا کے بندوں تک پہنچاتے ہیں۔ پس اس لفظ کے معنوں میں اہلبیت اور صحابی اور علما سب داخل ہیں اور اُن کا حق پہچاننا حق اللہ کے ساتھ ضروری ہے۔ کیونکہ اگر وہ نہ ہوتے تو خدا کو کون پہچانتا اور خدا کا حق کون ادا کرتا۔ خود رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) نے فرمایا ہے کہ "اگر خدا کے احکام بندوں تک پہنچانے والے نہ ہوتے تو نہ کوئی ہدایت پاتا۔ نہ نماز پڑھتا۔ نہ زکوٰۃ ادا کرتا۔" پس یہ بزرگ ہیں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے اور جن کی دوستی اور دشمنی خدا کے ساتھ دوستی اور دشمنی ہے **بخاری** نے **ابوہریرہ**ؓ سے ایک **حدیث قدسی** روایت کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ "جو شخص میرے کسی دوست سے دشمنی رکھتا ہے اُس کو ہوشیار ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ وہ درحقیقت میرے ساتھ جنگ کرتا ہے۔" اسی طرح ایک اور **حدیثِ قدسی** ہے جس کو امام **بغوی** نے روایت کیا ہے اور جس کا مطلب یہ ہے کہ "میرے دوست میرے وہ بندے ہیں جو میرے یاد کرنے سے یاد آجاتے ہیں اور جن کے یاد آنے سے میں یاد آتا ہوں۔"

والدین کے حقوق

خدا کی طرف سے بندوں کے ذمے جو حقوق ہیں اُن میں سے ایک حق ماں باپ دادا دادی۔ نانا نانی وغیرہ کا ہے جو ظاہر میں پرورش اور روزی کے وسیلے ہیں اور اسی ذیل میں وہ تمام آدمی داخل ہیں جن کے ذریعہ سے خدا روزی پہنچاتا۔ یا پرورش کراتا۔ یا مالی۔ یا جسمانی یا کسی اور طرح کا فائدہ پہنچاتا ہے۔ اُن کا شکریہ ادا کرنا بھی واجب ہے رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ جو شخص آدمیوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔" یہ حدیث **مسلم** اور **ترمذی** نے **ابوسعید خدری**ؓ سے روایت کی ہے۔

ایسے اشخاص میں سے جن کا ذکر اوپر ہوا سب سے زیادہ حق والدین یعنی ماں باپ کا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ "ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے حق میں تاکید کی کہ ہر حال میں اُن کا ادب ملحوظ رکھے کہ اُس کی ماں نے جھٹکے پر جھٹکے اُٹھا کر اُس کو پیٹ میں رکھا۔ اور پیٹ میں رکھنے کے علاوہ کہیں دو برس میں جا کر اس کا دودھ چھوٹتا ہے۔ اسی لحاظ سے ہم نے انسان کو حکم دیا کہ ہمارا بھی شکر گزار رہ اور اپنے والدین کا بھی"۔ یہ حکم قرآن مجید میں کئی جگہ آیا ہے اور رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے شرک کرنے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنے کو کبیرہ گناہ بتایا ہے۔ اس مضمون کی حدیث مسلم اور بخاری میں موجود ہے جو عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ معاذ بن جبلؓ نے بیان کیا ہے کہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مجھ کو دس نصیحتیں تاکید کے ساتھ فرمائی تھیں جن میں یہ الفاظ بھی شامل تھے کہ "خدا کے ساتھ ہرگز شرک نہ کرنا۔ اگرچہ تم قتل کئے جاؤ۔ یا زندہ آگ میں جھونک دئے جاؤ۔ نیز ماں باپ کی نافرمانی نہ کرنا۔ اگرچہ وہ اس بات پر مجبور کریں کہ تم اپنے مال اور اہل و عیال سے جدا ہو جاؤ۔

مسلم اور بخاری میں ابو ہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک شخص جناب سرورِ کائنات کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے پوچھا کہ وہ کون شخص ہے جو سب سے زیادہ نیکی اور ہمدردی کے برتاؤ کا مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "ماں سے بڑھ کر کوئی نہیں"۔ اُس شخص نے پوچھا کہ

"اُس کے بعد پھر کون شخص ایسے برتاؤ کا حقدار ہے۔" آپ نے پھر فرمایا کہ "ماں سے بڑھ کر کوئی نہیں۔" اُس شخص نے پھر پوچھا کہ "اُس کے بعد پھر کون ہے جو ہمدردی کرنے اور نیک برتاؤ کرنے کا حق دار ہے۔" آپ نے پھر یہی جواب دیا کہ "ماں سے بڑھ کر کوئی نہیں۔" اُس شخص نے چوتھی دفعہ پھر وہی سوال کیا جو پہلے کر چکا تھا۔ اس دفعہ آپ نے جواب میں فرمایا کہ "ماں کے بعد باپ کا درجہ ہے اور اُس کے بعد اُس کا جو رشتہ میں اُس سے قریب ہو۔" یہ فرما کر جناب سرورِ کائنات اپنی زبانِ مبارک پر تین دفعہ یہ الفاظ لائے کہ "ذلیل ہو وہ۔" اُس شخص نے اور دیگر حاضرین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون شخص ہے جس کی نسبت آپ یہ الفاظ بار بار فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ "وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ، کو یا دونوں میں سے ایک کو بوڑھاپے کی حالت میں دیکھا اور جنّت میں داخل نہیں ہوا۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے ماں باپ بوڑھے اور اپاہج ہو گئے ہوں اور اُس کو اِس بات کا موقع ملا ہو کہ اُن کی خدمت اور امداد کرے۔ مگر اُس نے اس موقع کی پرواہ نہ کی ہو اور اُن کی خدمت اور امداد کرنے سے غفلت اور بے پروائی کرتا رہا ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ جنّت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اس حدیث کو مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

اس کے سوا ترمذی نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ایک

شخص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کی کہ "یا رسول اللہ مجھ سے ایک بڑا گناہ ظہور میں آیا ہے۔ کوئی تدبیر ایسی بتایئے جس سے میرا گناہ معاف ہو سکے اور میری توبہ قبول ہو سکے"۔ آپ نے پوچھا کہ "تیری ماں زندہ ہے یا نہیں"۔ اُس شخص نے کہا کہ "یا رسولؐ اللہ میری ماں کی تو وفات ہو چکی ہے"۔ آپ نے پوچھا کہ "تیری ماں کی بہن یعنی خالہ بھی زندہ ہے یا نہیں"۔ اُس شخص نے کہا کہ "ہاں یا رسول اللہ میری خالہ تو زندہ اور موجود ہے"۔ آپ نے فرمایا کہ "تو جا اُس کے ساتھ نیکی اور ہمدردی سے پیش آ اور اُس کی خدمت کر"۔

ماں باپ کا جو درجہ ہے وہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جناب سرورِ کائناتؐ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص ماں باپ کی یعنی دونوں کی فرماں برداری کرتا ہے اُس کے لئے جنّت میں دو دروازے کھولے جائیں گے اور جو شخص اُن میں سے ایک کی خدمت کرتا ہے اور وہی ایک زندہ اور موجود ہے تو اُس کے لیے بہشت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا۔ اسی طرح جو شخص ماں باپ کی یعنی دونوں کی نافرمانی کرتا ہے اُس کے لئے دوزخ کے دو دروازے کھولے جائیں گے اور جو شخص اُن میں سے ایک کی کہ وہی ایک زندہ اور موجود ہے نافرمانی کرتا ہے اُس کے لئے دوزخ کا ایک دروازہ کھول دیا جائے گا۔ صحابیوں نے جب آں حضرت کی زبان مبارک سے یہ الفاظ سُنے تو اُنھوں نے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ اگر ماں باپ اولاد پر ظلم کرتے ہوں"۔ آپ نے اُن کے جواب میں فرمایا کہ "ہاں چاہے وہ

ظلم کرتے ہوں"۔ یہ الفاظ جناب سرورِ کائناتؐ نے تین دفعہ فرمائے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ جناب سرورِ کائناتؐ نے فرمایا کہ "جو شخص اپنے ماں باپ کی طرف رحمت اور شفقت کی نظروں سے دیکھتا ہے خدا اُس کے ہر دفعہ دیکھنے کے عوض میں ایک حج کا ثواب اُس کے نامۂ اعمال میں لکھتا ہے"۔ صحابیوں نے یہ خوشخبری سُن کر پوچھا کہ "بھلا یا رسول اللہ اگر اولاد دن میں سو دفعہ اپنے ماں باپ کی طرف رحمت اور شفقت کی نظر سے دیکھے"۔ آپ نے فرمایا "ہاں چاہے سو دفعہ اُن کو ایسی نظروں سے دیکھے۔ ہر حالت میں ایک نظر کے بدلے ایک حج کا ثواب اُس کو عطا کیا جائے گا"۔ ان دونوں حدیثوں کو جو اوپر لکھی گئی ہیں امام بیہقی نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔

ایک شخص نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ "میرا ارادہ جہاد میں شامل ہونے کا ہے"۔ آپ نے پوچھا کہ "تیری ماں زندہ ہے یا نہیں"۔ اُس شخص نے عرض کی کہ "ہاں یا رسول اللہ زندہ ہے"۔ آپ نے فرمایا "تو پھر جہاد میں شریک ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جا اور اُس کی خدمت کر اور اس بات پر یقین کر لے کہ بہشت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے"۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے معاویہؓ سے روایت کیا ہے۔

ایک دفعہ عبداللہ بن عمرؓ نے رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ "یا رسول اللہ میرے گھر میں ایک

خوبصورت بی بی ہے اور میں اُس سے محبّت رکھتا ہوں۔ مگر میری والدہ اُس کو پسند نہیں کرتی"۔ آپ نے فرمایا کہ "اگر یہ حال ہے تو تجھ پر واجب ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے"۔ یہ حدیث **ترمذی** اور **ابوداؤد** میں **عبداللہ بن عمرؓ** سے روایت کی گئی ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آں حضرتؐ سے دریافت کیا کہ ماں باپ کا حق کس درجہ کا ہے"۔ آپ نے فرمایا کہ "اولاد کے حق میں ماں باپ کا درجہ ایسا ہے کہ وہی اُن کی بہشت و دوزخ ہیں"۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ماں باپ کی نافرمانی کرے گا تو وہ دوزخ کی آگ میں جھونکا جائے گا اور اگر اُن کی خدمت اور فرماں برداری کرے گا تو اُس کے لئے بہشت میں داخل ہونا آسان ہوگا۔ پس ہر انسان کے لئے اُس کے ماں باپ ہی بہشت و دوزخ ہیں۔ یہ حدیث **ابن ماجہ** میں ہے اور **ابوامامہ** سے روایت کی گئی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص حضرت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کی کہ "میرا باپ محتاج ہے اور چاہتا ہے کہ میری دولت پر قبضہ کرے"۔ آپ نے فرمایا کہ "تو اور تیرا مال دونوں تیرے باپ کے لئے ہیں اور تمھاری اولاد تمھاری عمدہ کمائی ہے۔ پس اپنی اولاد کی کمائی میں سے تم بے تکلّف کھا سکتے ہو"۔ یہ حدیث **ابوداؤد** اور **ابن ماجہ** میں ہے اور اس کو **عمرو بن شعیب** نے اپنے باپ سے اور اُس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔

اوپر کی حدیث سے یہ نتیجہ صاف نکلتا ہے کہ اگر ماں باپ مفلس ہوں تو وہ اپنی اولاد کی کمائی میں سے کھا سکتے ہیں اور اولاد پر واجب ہے کہ اُن کو اپنی کمائی میں سے گزارہ دے۔ اگر ماں باپ کمانے کی طاقت رکھتے ہوں۔ یا مسلمان نہوں تو بھی اولاد پر واجب ہے کہ اُن کو اپنی کمائی میں سے گزارہ دیا کرے۔ چنانچہ **مسلم** اور **بخاری** میں **اسماء بنت ابی بکرؓ** سے روایت کی گئی ہے کہ "میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی خدمت میں عرض کی کہ میری والدہ آئی ہے۔ مگر وہ مسلمان نہیں ہے۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اُس کے ساتھ نیکی اور ہمدردی کا برتاؤ کروں"۔ آپ نے فرمایا کہ "ہاں اُس کی دلجوئی اور فرماں برداری کرنی واجب ہے۔ لیکن اگر وہ خدا کی نافرمانی کرنے کو کہے تو اس باب میں اُس کی بات ماننی واجب نہیں ہے"۔

ترمذی میں **عبداللہ بن عمرؓ** سے روایت کی گئی ہے کہ جناب سرورِ کائنات نے فرمایا کہ "باپ کی رضامندی عین خدا کی رضامندی ہے اور باپ کی ناراضی عین خدا کی ناراضی ہے۔" نیز قرآن مجید میں خدا فرماتا ہے کہ "اگر تیرے ماں باپ تجھ کو اس بات پر مجبور کریں کہ تو ہمارے ساتھ کسی کو شریک خدائی بنائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اس میں اُن کا کہنا نہ ماننا۔ مگر ہاں دنیا میں سعادت مند بن کر اُن کے ساتھ نیکی اور ہمدردی کا برتاؤ کرنا"۔

احمد بن حنبل اور **حاکم** نے ایک حدیث **عمران** سے روایت کی

ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جناب سرورِ کائنات نے فرمایا ہے کہ "جب خدا کی نافرمانی ہوتی ہو تو ایسی فرماں برداری کسی نہیں کرنی چاہئے"۔ مسلم اور بخاری نے بھی ایک حدیث حضرت علیؓ سے روایت کی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ "خدا کی نافرمانی میں کسی کی فرماں برداری نہیں کرنی چاہئے۔ ہاں ان کاموں میں فرماں برداری کرنی چاہئے جو نیکی اور بھلائی کے ہوں اور جو شرع کی رو سے جائز ہوں"۔

رشتہ داروں کے حقوق

باپ کے جو حقوق اولاد کی گردن پر ہیں اُن میں سے ایک حق یہ ہے کہ باپ کے دوستوں کے ساتھ محبت کرنی چاہیے اور ان کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "کمال درجہ کی نیکی یہ ہے کہ انسان باپ کے مرنے کے بعد اُس کے دوستوں کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرے"۔ اِس حدیث میں بھلائی کے برتاؤ سے مالی مدد دینا۔ جسمانی خدمت اور عمدہ اخلاق سے پیش آنا مراد ہے۔

ماں باپ کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ اُن کی اولاد کے ساتھ نیکی کا سلوک کیا جائے۔ باپ کی اولاد میں بھائی بہنیں اور اُن کی اولاد داخل ہے۔ اِسی طرح ماموں۔ ممانی۔ چچا۔ چچی۔ خالو۔ خالہ اور اُن تمام عزیزوں کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرنا چاہئے جو رشتہ میں قریب ہیں۔ پھر جس کا رشتہ زیادہ قریب ہے اُس کا حق بھی

بہ نسبت اُس کے جس کا رشتہ دور کا ہے زیادہ ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید میں جابجا اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ "قریبیوں اور عزیزوں کا حق ادا کرو۔"

پس جو شخص آسودہ حال ہو اُس پر واجب ہے کہ اپنے اُن قریبی رشتہ داروں کی مالی مدد کرے جو مفلس ہوں اور جو کمانے سے معذور ہوں۔ مگر جو رشتہ دار قریبی نہیں ہیں اُن کی مالی مدد کرنا واجب نہیں ہے۔ تاہم اُن سے محبّت کا تعلق رکھنا اور اُن کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا واجب ہے اور اُن سے قطع تعلّق کرنا حرام ہے اور اُن کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

ایک حدیث کا جو **ابو ہریرہؓ** سے روایت کی گئی ہے یہ مضمون ہے کہ "جب خدا نے دُنیا کو پیدا کیا اور اُس کے پیدا کرنے سے فارغ ہو گیا تو رحم یعنی قریبی رشتہ داری نے اُٹھ کر رحمٰن یعنی خدا کے پاس پناہ لی۔ خدا نے پوچھا کہ تو کیا چاہتی ہے۔ اُس نے کہا کہ میں قطع تعلق سے پناہ مانگتی ہوں۔ خدا نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ اگر کوئی شخص تجھ سے تعلّق رکھے تو میں بھی اُس سے تعلّق رکھوں اور اگر کوئی تجھ سے اپنا تعلق جُدا کرے تو میں بھی اُس سے قطع تعلّق کر لوں۔ رحم یعنی قریبی رشتہ داری نے کہا کہ میں اس بات پر راضی ہوں۔ خدا نے فرمایا۔ تو بس تو مطمئن رہ کہ میں ایسا ہی کروں گا۔" اسی مضمون کی ایک **حدیث قدسی** بھی ہے جس کو **ابو داوٗد** اور **ترمذی** اور

احمد بن حنبل نے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے اور حاکم نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں کہ "میں رحمٰن ہوں اور رحم یعنی قریبی رشتہ داری کا نام میرے ہی نام سے نکالا گیا ہے پس جو شخص رحم یعنی قریبی رشتہ داری کا لحاظ رکھے گا میں بھی اُس کا لحاظ رکھوں گا اور جو شخص اُس کو نظرانداز کرے گا میں بھی اُس کو اپنی نظروں سے گرا دوں گا۔"

بخاری میں ابوہریرہؓ سے ایک روایت مروی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ رحم یعنی قریبی رشتہ داری رحمٰن یعنی خدا کی طرف سے ایک شحنہ یعنی کوتوال ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ اے رحم جو آدمی تجھ سے تعلق پیدا کرے گا میں بھی اُس کے ساتھ تعلق پیدا کروں گا اور جو آدمی تجھ سے قطع تعلق کرے گا میں بھی اُس سے اپنا قطع تعلق کر دوں گا۔ بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہؓ سے بھی ایک روایت اسی مضمون کی بیان کی ہے۔ جبیر بن مطعم سے بھی ایک حدیث روایت کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ "قریبی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرنے والا ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا۔" امام بیہقی نے عبداللہ بن اوفی سے جو روایت بیان کی ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "جس قوم میں ایک شخص بھی ایسا ہو جو قریبی رشتہ داروں سے قطع تعلق رکھتا ہو اُس قوم پر خدا کی رحمت نازل نہیں ہوتی۔" غرضکہ

قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور اُن کے ساتھ ہمدردی اور نیکی سے پیش آنے کے باب میں بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ پس ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے نسب اور سلسلۂ قرابت سے خبردار ہو تاکہ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ محبت اور ہمدردی کر سکے اور قطع تعلق کا گناہ اُس سے ظہور میں نہ آئے۔

واضح ہو کہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "چھوٹے بھائی پر بڑے بھائی کا حق ایسا ہی ہے جیسا کہ باپ کا حق بیٹے پر ہوتا ہے" اس مضمون کی حدیث امام بیہقیؒ نے سعید بن عیاض سے روایت کی ہے۔

خداوند عالم نے قرآن مجید میں اُن لوگوں پر جو دنیا میں فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں اور اُن لوگوں پر جو قریبی رشتہ داروں سے قطع تعلق کرتے ہیں یکساں لعنت کی ہے۔ چنانچہ اُس نے فرمایا ہے کہ "اے منافقو! کیا تم سے کچھ بعید ہے کہ اگر تم جہاد کرنے سے پھر بیٹھو تو اس حالت میں بھی ملک میں فساد کرتے پھرو اور اپنے رشتوں ناطوں کو توڑ ڈالو۔ یہی تو وہ لوگ ہیں جن پر خدا نے لعنت کی ہے اور جن کو حق بات کے سننے سے بہرا اور اُن کی آنکھوں کو راہِ راست کے دیکھنے سے اندھا کر دیا ہے"۔ امام احمد بن حنبل نے اِسی آیت کی بنا پر قرار دیا ہے کہ یزید پر لعنت کرنی جائز ہے۔ کیونکہ اگر اُن تمام بُرائیوں سے بھی قطع نظر کریں جو اُس میں موجود تھیں تو یہ بات کیا کچھ کم ہے کہ وہ قاطع رحم تھا حالانکہ صرف

یہی عیب اُس پر لعنت کرنے کے لیے کافی دلیل ہے[1]۔

اِس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر دو قریبی رشتہ داروں میں سے ایک شخص بدسلوکی کرے اور قطعِ رحم کرے تو کیا دوسرے شخص کو بھی لازم ہے کہ قطعِ تعلق کرے اور اُس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آئے۔ اِس سوال کا جواب یہ ہے کہ دوسرے شخص کو یہ بات ہرگز لازم نہیں ہے کہ قطعِ تعلق کرے، اور صلۂ رحم کا خیال نہ رکھے۔ کیونکہ جس شخص نے قطعِ رحم کیا ہے اُس کو اس گناہ کی سزا ملے گی اور جس شخص نے صلۂ رحم کا خیال رکھا ہے اُس کو اس عمدہ فعل کی جزا مل جائے گی۔

رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "وہ شخص صلۂ رحم کا خیال رکھنے والا نہیں ہے جس کو قطعِ رحم کا انتقام لینے کا خیال ہو بلکہ صلۂ رحم کا خیال رکھنے والا وہ شخص ہے جو قطعِ رحم کے مقابلہ میں بھی صلۂ رحم کا لحاظ رکھے" یعنی صلۂ رحم کا لحاظ رکھنے والا وہ ہوتا ہے جو بدسلوکی کے مقابلہ میں بدسلوکی کرنے کا خیال بھی دل میں نہ لائے۔ بلکہ جو شخص بدی کے بدلہ میں نیکی کرتا ہے، اور قطعِ تعلق کے مقابلہ میں خود قطعِ تعلق نہیں کرتا ہے وہی صلہ رحم کا پورا پورا لحاظ رکھنے والا ہوتا ہے۔ یہ حدیث بخاری میں ہے اور عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے۔

شیخ سعدی شیرازی نے کیا ہی عمدہ بات لکھی ہے کہ "بدی

---

[1] حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس سلسلے میں کفِ لسان کا مسلک اختیار فرمایا ہے۔

کے عوض میں بدی کرنا تو آسان بات ہے۔ مردانگی کی بات تو یہ ہے کہ بدی کے مقابلہ میں نیکی کی جائے۔"

مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے بیان کیا کہ "یا رسولؐ اللہ میرے چند قریبی رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں تو اُن کے ساتھ محبت سے پیش آتا ہوں مگر وہ مجھ سے قطع تعلق کرنے پر تُلے رہتے ہیں۔ میں اُن کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرتا ہوں۔ مگر وہ میرے ساتھ بدی کرتے رہتے ہیں۔ میں اُن کے ساتھ تحمل اور بردباری سے پیش آتا ہوں۔ مگر وہ میرے ساتھ ہمیشہ نادانی اور جہالت کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔" رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ "اگر یہی بات ہے تو خدا اُن کے مقابلہ میں تیری ہمیشہ مدد کرے گا۔

صلۂ رحم یعنی قریبی رشتہ داروں سے تعلق اور محبت رکھنے میں کچھ آخرت ہی کا فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ دُنیا میں بھی بہت سے فائدے ہیں۔ جنابِ سرورِ کائناتؐ نے فرمایا ہے کہ "جو شخص چاہتا ہے کہ دُنیا میں اُس کی روزی فراخ ہو اور اُس کی عمر دراز ہو اور اس کا نام مرنے کے بعد باقی رہے اُس کو چاہیے کہ صلۂ رحم کا لحاظ رکھے اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ محبت اور ہمدردی سے پیش آئے۔" یہ حدیث بخاری اور مسلم میں انسؓ سے روایت کی گئی ہے۔

ایک حدیث اسی مضمون کی ترمذی میں ہے جو ابو ہریرہؓ سے

مروی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "اے مسلمانو! اپنے رشتوں ناطوں سے اچھی طرح واقفیت پیدا کرو تاکہ صلۂ رحم کا حق ادا کر سکو۔ صلۂ رحم سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ مال و دولت میں ترقی ہوتی ہے۔ عمر دراز ہوتی ہے اور مرنے کے بعد نام باقی رہتا ہے۔"

اسی طرح قطع رحم کا انجام عذابِ آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی بُرا ہے اور اس کے سبب سے دُنیا میں طرح طرح کی آفتیں انسان کو جھیلنی پڑتی ہیں۔ جناب سرورِ کائنات فرماتے ہیں کہ "وہ گناہ جن پر خدا دنیا میں بھی جلد سزا دیتا ہے اور آخرت میں بھی عذاب دیتا ہے دو ہیں۔ ایک تو بادشاہ سے بغاوت کرنا۔ دوسرے رشتہ داروں سے قطع تعلق کر لینا۔" اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد نے ابوبکرہ سے روایت کیا ہے۔

امام بیہقی نے ایک حدیث ابوبکرہ سے روایت کی ہے کہ جناب سرورِ کائنات نے فرمایا ہے کہ تمام گناہ ایسے ہیں کہ اُن میں سے خدا جس کو چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے مگر والدین کی نافرمانی ایسا گناہ ہے جس کی سزا مرنے سے پہلے اکثر دُنیا ہی میں مل جاتی ہے۔"

جب ماں باپ کے حقوق پر خیال کرنے سے لازم آتا ہے کہ بھائیوں بہنوں اور ان کی اولاد اور دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ ہمدردی اور محبت سے پیش آنا چاہئے تو اسی طرح رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صحابہ اور پیروں اور استادوں کے حقوق پر خیال کرنے

سے یہ لازم آتا ہے کہ سیدوں کے ساتھ جو آلِ رسول ہیں اور پیروں اور اُستادوں کی اولاد کی ساتھ محبّت اور ہمدردی کا برتاؤ کیا جائے[۱] قرآن مجید میں پروردگارِ عالم فرماتا ہے کہ "اے پیغمبر مسلمانوں سے کہو کہ میں تم سے اس تبلیغ رسالت پر کچھ مزدوری تو مانگتا ہی نہیں۔ مگر میرے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ محبّت تو قایم رکھو" ایک اور آیت قرآن مجید میں ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ "اے پیغمبر اُن لوگوں سے جو خدا کو کسی بیٹے کا باپ کہتے ہیں کہدو کہ اگر بالفرض خدا کے کوئی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے اُس کی عبادت کرنے کو میں حاضر تھا" اس آیت سے صاف اس بات کا اشارہ پایا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص کے ذمّے کسی کا حق ہو تو اُس کو چاہیئے کہ اُس شخص کی اولاد کے ساتھ سلوک کرے اور اُس حق کو ادا کرے۔

اس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر سادات۔ یا پیروں میں سے کوئی شخص فاسق۔ یا کافر۔ یا رافضی ہو تو اُس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہیئے۔ اِس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ فاسق ہو تو اُس کو نصیحت کرنی چاہیئے تاکہ وہ فسق و فجور سے باز آجائے۔ اگر وہ رافضی ہو۔ یا ایسا ہی کوئی عقیدہ رکھتا ہو جس سے کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے تو اُس کے ساتھ ہرگز دوستی اور محبّت نہ رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ

---

[۱] افراط و تفریط کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

خداوند عالم فرماتا ہے کہ "اے مسلمانو! اُن لوگوں سے جن پر خدا کا غضب ہے دوستی نہ کرو۔ کیونکہ یہ لوگ آخرت کے ثواب سے ایسے ہی نا امید ہیں جیسے کافر قبر والوں یعنی مُردوں کی طرف سے نا اُمید ہیں۔"

اِس کے علاوہ خدا نے حضرت **نوح** کے بیٹے کی نسبت حضرت **نوح** کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ "اے نوح! تمھارا بیٹا تمھارے اہل و عیال میں داخل نہیں ہے کیونکہ اُس کے عمل اچھے نہیں ہیں۔"

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بھی فرمایا ہے کہ "میرے فلاں رشتہ دار میرے دوست نہیں ہیں۔ میرا دوست تو خدا ہے۔ یا وہ مسلمان ہیں جو نیک عمل کرتے ہیں۔ مگر اُن سے میری قرابت ضرور ہے۔ اس لئے میں اُن کے ساتھ سلوک کرتا ہوں۔" یہ حدیث **بخاری** اور **مسلم** میں موجود ہے اور اس کو **عمرو بن عاص** نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے صاف صاف طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ سیّد۔ پیر زادے اور خود ہمارے قریبی رشتہ دار اگر کافر ہوں۔ یا رافضی۔ یا خارجی ہوں کہ اِن عقیدوں سے بھی کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے تو اُن کی ساتھ دوستی اور محبت نہ کرنی چاہیئے۔ ہاں اُن کے ساتھ نیک سلوک کرنا جائز ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں پروردگارِ عالم فرماتا ہے کہ "اے مسلمانو! جو لوگ تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور اُنھوں نے تم کو تمھارے گھروں سے نہیں نکالا اُن کے ساتھ احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے سے خدا منع نہیں کرتا کیونکہ اللہ منصفانہ برتاؤ کرنے

والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

دائی کے حقوق ماں باپ کے جو حقوق ہر شخص کے ذمے ہیں اُن سے ملتا جلتا حق دائی کا بھی ہے جس کا دودھ بچپن میں پیا ہو۔ خدا نے اسی بنا پر جس طرح اُن دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں لینے سے منع کیا ہے جو ایک نسب سے ہوں۔ اسی طرح ان دو بہنوں کے ساتھ بھی ایک ساتھ نکاح کرنے سے منع کیا ہے جن میں دودھ کا رشتہ ہو۔ تاکہ قطع تعلق کا باعث نہ ہو۔ **ابوداؤد** میں ایک حدیث **ابوالطفیل** سے روایت کی گئی ہے اور اُس کا مضمون یہ ہے کہ "رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی دودھ پلائی کے لئے اپنی چادر زمین پر بچھادی تھی اور اُس کو اُس چادر پر بٹھایا تھا۔"

حاکم کے حقوق منجملہ اُن حقوق کے جو خدا نے بندوں پر فرض کئے ہیں ایک حق اُن لوگوں کا ہے جن کو خدا نے اپنی شانِ حکومت کا مظہر بنایا ہے۔ اُن میں سے ایک تو مسلمان سلطان اور امیر اور قاضی کا حق ہے جو رعیت کے ذمے ہے۔ دوسرے شوہر کا حق ہے جو بیوی کے ذمے ہے۔ تیسرے آقا کا حق ہے جو غلام اور خادم پر ہے۔ چوتھے گھر کے مالک کا حق ہے جو گھر والوں کے ذمے ہے۔ اِن حقوق کے واجب ہونے کا باعث یہ ہے کہ ملک شہر اور گھر کا انتظام بغیر بادشاہ۔ امیر۔ قاضی۔ شوہر۔ آقا اور صاحب خانہ کی حکومت اور طاقت کے انجام نہیں پاسکتا۔

مُلک کے حکمراں اور شہر کے حاکم اور فوج کے سردار کی اطاعت ملک اور شہر کے باشندوں اور فوجی آدمیوں پر واجب ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اُن کا حکم شرع کے خلاف نہ ہو۔ اگرچہ لوگوں کی مرضی کے خلاف ہو چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے "اللہ اور رسول کی اور اُن لوگوں کی اطاعت کرو جو اہلِ حکومت ہیں" اہل حکومت کے لفظ میں بادشاہ اور سب حکمراں داخل ہیں۔ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "جو شخص میری فرماں برداری کرتا ہے وہ خدا کا فرماں بردار ہے اور جو شخص میری نافرمانی کرتا ہے وہ خدا کا بھی نافرمان ہے۔ اسی طرح جو شخص حاکم کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا میری اطاعت کرتا ہے اور جو شخص حاکم کی نافرمانی کرتا ہے وہ گویا میری نافرمانی کرتا ہے۔

حاکم بمنزلہ ایک ڈھال کے ہے جس کی اوٹ میں جنگ کی جاتی ہے اور پناہ لی جاتی ہے۔ پس اگر حاکم خدا سے ڈر کر اور انصاف کا لحاظ کرکے حکم دے گا تو اس کا ثواب اُس کو دیا جائیگا اور اگر وہ ناانصافی سے حکمرانی کرے گا تو اس کا وبال بھی اُسی کی گردن پر ہوگا" یہ حدیث ابوہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے اور اس کو مسلم اور بخاری دونوں نے روایت کیا ہے۔

نیز ایک اور حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے جو اُمِ الحسینؓ سے روایت کی گئی ہے۔ اُس کا مضمون یہ ہے کہ اے مسلمانو! اگر تم پر کوئی حبشی غلام سردار بنا دیا جائے تو اُس کی فرماں برداری کرنی

تم پر لازم ہے۔

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ایک اور حدیث اسی مضمون کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "مسلمانوں کو ہر حال میں اپنے حاکموں کی اطاعت کرنی لازم ہے۔ چاہے اُن حاکموں کا حکم اُن کی مرضی کے موافق ہو یا خلاف ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ اُس حکم کے ماننے میں خدا اور رسولؐ کی نافرمانی نہ ہوتی ہو۔ لیکن اگر کبھی ایسا ہو یعنی وہ حاکم ایسا حکم دیں جو شریعت کے برخلاف ہو تو مسلمانوں پر واجب نہیں ہے کہ اُن کی اطاعت کریں"۔ یہ حدیث عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور حدیث ہے جو ابن عباسؓ سے مروی ہے اور جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "اگر کسی شخص کے ساتھ حاکم ایسا برتاؤ کرے جو اُس کو ناگوار ہو تو اُس پر لازم ہے کہ صبر کرے۔ کیونکہ اگر کوئی مسلمان عام مسلمانوں کی جماعت سے ایک بالشت بھی پیچھے ہٹتا ہے اور اسی حالت میں مرجاتا ہے تو اُس کی موت مثل اُن کافروں کی موت کے ہوتی ہے جو زمانہ جاہلیت میں تھے"۔

ایک دفعہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صحابیوں سے فرمایا کہ "اے مسلمانو! تم میرے بعد ایسے حاکموں کو دیکھو گے جن کا برتاؤ تم کو ناگوار ہوگا اور بُو نفس پرور ہوں گے"۔ صحابیوں میں سے بعض نے کہا کہ یا رسول اللہ پھر ایسی حالت میں ہم کو کیا کرنا چاہیئے"۔ آنحضرتؐ نے

فرمایا کہ تم کو لازم ہے کہ ان کی فرماں برداری کا حق ادا کرو اور اپنا حق خدا سے مانگو" یہ حدیث ابن مسعودؓ سے روایت کی گئی ہے اور صحیحین میں موجود ہے۔ مگر جو حدیث مسلم نے وائل بن حجر سے روایت کی ہے اُس میں یہ یہ الفاظ بھی ہیں کہ صحابیوں نے رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں عرض کی کہ "یارسول اللہ اگر حاکم ایسے ہوں کہ اپنا حق تو ہم سے طلب کریں مگر ہمارا حق ہم کو نہ دیں تو اس حالت میں ہم کو کیا کرنا چاہیے" آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "تم کو فرماں برداری ہی کرنی لازم ہے۔ کیونکہ خدا نے جو بات اُن کے ذمے واجب کی ہے یعنی رعیّت پروری اور انصاف گستری وہ تو اُن کے ذمے واجب ہے اور جو بات تم پر واجب کی ہے یعنی اطاعت و فرماں برداری کرنا وہ تم پر واجب ہے"

قاضی کے حقوق

اسی طرح اگر قاضی شرع کے موافق حکم دے تو اُس حکم کا دل سے ماننا لازم ہے۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ "اے پیغمبر تمھارے ہی پروردگار کی یعنی ہم کو اپنی ہی قسم ہے کہ جب تک یہ لوگ اپنے باہمی جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائیں اور صرف فیصلہ ہی نہیں بلکہ جو کچھ تم فیصلہ کرو اُس سے کسی طرح دلگیر بھی نہوں بلکہ دل و جان سے اُس کو قبول کرلیں۔ غرض جب تک یہ سب کچھ نہ کریں اُس وقت تک اُن کو ایمان سے بہرہ نہیں ہے"

ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر قاضی کسی شخص کی نسبت حکم دے کہ اس کو سنگسار کرو۔ یا اس کا ہاتھ قطع کرو۔ یا اُس کے دُرّے لگاؤ تو اس حکم کا ماننا

جائز ہے۔ مگر امام ابومنصور فرماتے ہیں کہ اگر قاضی شریعت کا حاکم اور انصاف پرست ہو تو اُس کا حکم ماننا چاہیئے اور اگر احکامِ شریعت سے خبردار نہ ہو اور مُنصف ہو تو اُس سے اُس کے حکم کی وجہ دریافت کرنی چاہیئے۔ اگر وہ معقول وجہ بیان کرے تو اُس کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے ورنہ ہرگز نہیں اور اگر قاضی فاسق اور بدکار ہے تو اس حالت میں بھی اس کا حکم اُس وقت ماننا لازم ہے جبکہ وہ معقول وجہ بیان کر دے۔

شوہر کے حقوق

شوہر کا جو حق بیوی کے ذمّے ہے اُس کے متعلّق بہت سی حُدیثیں ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث کا مضمون یہ ہے کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو ایسا حکم میں بیویوں کو دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں۔" اس حدیث کو ابو داوٗد اور ترمذی اور مسلم نے قیس بن سعد سے اور امام احمد بنِ حنبل نے معاذ بن جبل اور ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

نیز رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "جو عورت مرجائے اور اُس کا شوہر اُس سے راضی ہو وہ عورت جنت میں داخل کی جائے گی۔" اس حدیث کو ترمذی نے امّ سلمہ سے روایت کیا ہے۔

ایک اور حدیث ہے جس کو ابو نعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں انسؓ سے روایت کیا ہے اور اُس کا مضمون یہ ہے کہ رسول خدا

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "جو عورت پانچوں وقت کی نماز پڑھتی رہے اور رمضان کے روزے رکھا کرے اور پاکدامن رہے اور اپنے شوہر کی فرماں برداری کرتی رہے وہ بہشت میں جس دروازہ سے چاہے گی داخل ہو سکے گی"۔

ایک حدیث کا جو امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت عایشہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "اگر میں کسی کو کسی کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو یہ حکم عورتوں کو دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ شوہر کا درجہ ایسا ہے کہ اگر وہ بیوی کو یہ حکم دے کہ سفید پہاڑ سے سیاہ پہاڑ کو اور سیاہ پہاڑ سے سفید کو پتھر ڈھو کر لے جائے تو اُس کو لازم ہے کہ وہ ایسا ہی کرے اور اپنے شوہر کے حکم کی تعمیل کرے۔

اسی طرح اور حدیث ہے جس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے معاذ بن جبل سے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آں حضرت نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو ستاتی ہے تو بہشت کی حوریں اُس پر لعنت کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ تو تیرے پاس چند روز کے لئے مہمان ہے اور عنقریب تجھ سے جُدا ہو کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔

آقا کے حقوق

آقا کا حق جو غلام پر ہے اُس کی نسبت رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا کی خیر خواہی کرتا ہے اور خدا کی عبادت کا حق

بھی ادا کرتا ہے اُس کو دُگنا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔" یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے اور عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے۔ نیز آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "خوشحال اُس غلام کا جو خدا کی عبادت کرتا کرتا اور اپنے آقا کی فرماں برداری کرتا کرتا مر جائے۔"

یہ حدیث بھی صحیحین میں ہے اور ابو ہریرہ سے روایت کی گئی ہے۔

مسلم نے جریر سے جو حدیث روایت کی ہے اُس کا مضمون یہ ہے کہ "جو غلام اپنے آقا کو چھوڑ کر بھاگ جائے اُس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔" ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ "وہ کافر ہوتا ہے۔ جب تک کہ واپس اپنے آقا کے پاس نہ آجائے۔ بیہقی نے جابرؓ سے اِس مضمون کی حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ایک تو غلام کی جو اپنے آقا کو چھوڑ کر بھاگ جائے ایک اُس عورت کی جس کا شوہر اُس سے ناراض ہو۔ ایک اُس شخص کی جو نشہ میں بدمست ہو۔" نیز آنحضرت نے فرمایا ہے کہ "وہ شخص ہماری اُمّت میں داخل نہیں ہے جو کسی عورت کو اُس کے شوہر کے برخلاف اُکساتا۔ یا کسی غلام کو اُس کے آقا کے برخلاف بھڑکاتا ہے۔" یہ حدیث سنن ابی داؤد میں ہے اور ابو ہریرہ سے روایت کی گئی ہے۔

رعایا کے حقوق

وہ حقوق جو خدا نے اپنے بندوں پر فرض کئے ہیں اُن میں سے ایک حق اہل معاملہ کا ہے جو قاضی پر ہے ایک حق بیوی کا ہے جو اُس کے شوہر کے ذمّے ہے۔ ایک حق بچوّں کی تربیت کرنے کا ہے جو ماں باپ کی گردن پر ہے۔ ایک حق غلام کا ہے جو اُس کے آقا پر واجب ہے۔ جس طرح خدا نے اپنی ذات پر واجب کر لیا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ مہربانی اور رحمت سے پیش آئے۔ اسی طرح اُس نے اُن لوگوں پر بھی جن کو دوسروں پر اختیار دیا ہے یہ بات واجب کر دی ہے کہ وہ اُن کے ساتھ مروّت اور فیاضی سے پیش آئیں۔

چنانچہ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو خدا نے تم میں سے بعض کو بعض پر اختیار دیا ہے۔ جن کو اختیار دیا گیا ہے وہ راعی ہیں اور جن پر اختیار دیا گیا ہے وہ اُن کی رعیّت ہیں۔ ہر ایک راعی سے پوچھا جائے گا کہ اُس نے اپنی رعیّت سے کیسا برتاؤ کیا۔ بادشاہ ان تمام آدمیوں پر راعی ہے جن پر وہ حکومت کرتا ہے۔ اُس سے پوچھا جائیگا کہ اُس نے لوگوں کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کیا یا ناانصافی اور ظلم کا۔ ہر ایک مرد اپنے گھر والوں پر راعی ہے۔ اُس سے پوچھا جائے گا کہ وہ گھر والوں کے ساتھ کس طرح پیش آیا۔ ہر ایک عورت اپنے شوہر کے گھر پر اور اُس کے بچوّں پر راعی ہے۔ اُس سے سوال کیا جائے گا کہ اُس نے اپنے آقا کے مال کی کیسی نگہبانی کی۔ غرضکہ ہر راعی

سے پوچھا جائے گا کہ اُس نے اپنی رعیّت کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔"
یہ حدیث صحیحین میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے۔

اسی طرح صحیحین میں ایک حدیث معقل بن یسار سے روایت کی گئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ "جو فرماں روا اپنی مسلمان رعیّت کے ساتھ انصاف سے پیش نہ آتا ہو اور وہ اُسی حالت میں مر جائے تو جنّت میں داخل ہونا اُس پر حرام ہو جاتا ہے۔"

ایک دفعہ آں حضرت نے دُعا کی تھی کہ "اے خدا جو شخص میری اُمّت پر حکمراں ہو اور وہ اُن کے ساتھ سختی سے پیش آئے تو بھی اُس پر سختی کیجیو اور جو شخص میری اُمّت کا حاکم ہو کر اُن کے ساتھ مہربانی اور نرمی سے پیش آئے اُس کے ساتھ تو بھی نرمی کا برتاؤ کیجیو۔" اس دعا کو مسلم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔

نیز مسلم نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ "جو حاکم دنیا میں اہلِ دُنیا کے ساتھ انصاف کرتے رہے ہیں وہ قیامت کے دن نورانی منبروں پر بٹھائے جائیں گے۔

اسی طرح ایک حدیث ہے جس کو دارمی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جو "شخص دس آدمیوں پر بھی سردار ہوگا وہ بھی قیامت کے دن کھینچکر بلایا جائے گا۔

پھر اگر اُس نے انصاف کیا تھا تو اس کے ہاتھ کھول دیئے جائیں گے اور اگر اُس نے ظلم کیا تھا تو ہلاک ہوگا۔"

نیز آنحضرت نے فرمایا ہے کہ" وہ شخص جو قیامت کے دن خدا کے نزدیک سب سے زیادہ پیارا اور سب سے زیادہ مقرب ہوگا وہ منصف حاکم ہے اور جس شخص پر خدا کا عتاب سب سے زیادہ ہوگا اور جو سب سے زیادہ عذاب میں مبتلا ہوگا وہ ظالم حکمراں ہے۔" یہ حدیث **ترمذی** میں ہے جو **ابو سعید** سے روایت کی گئی ہے۔

امام **بیہقی** نے بھی ایک حدیث **ابن عمرؓ** سے روایت کی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ" بادشاہ روئے زمین پر خدا کا سایہ ہوتا ہے۔ خدا کے بندوں میں سے جو کوئی مظلوم ہوتا ہے وہ اس سایہ میں پناہ لیتا ہے۔ اس حالت میں اگر بادشاہ انصاف کرے تو اُس کو ثواب دیا جائے گا اور رعیّت پر واجب ہے کہ اس انصاف کا شکریہ ادا کرے اور اگر وہ ظلم کرے تو اُس پر عذاب نازل ہوگا اور رعیّت پر واجب ہے کہ وہ اُس ظلم پر صبر کرے۔"

مدعی اور مدعا علیہ کے حقوق

قاضی پر فرض ہے کہ شرع کے موافق فیصلہ کرے۔

کیونکہ شرع کے خلاف فیصلہ کرنے والا کافر اور ظالم اور فاسق کہلاتا ہے چنانچہ خداوند عالم اپنے مقدس کلام میں فرماتا ہے کہ

جو لوگ خدا کی اُتاری ہوئی کتاب کے مطابق حکم نہ دیں وہ کافر ہیں۔" جو لوگ خدا کی اُتاری ہوئی کتاب کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔" "جو لوگ خدا کے اُتارے ہوئے حکموں کے موافق فتوے نہ دیں وہ فاسق ہیں۔"

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "قاضیوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو حق کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور حق ہی کے موافق فیصلہ کرتے ہیں۔ یہ تو بہشت میں داخل کئے جائیں گے۔ ایک وہ ہیں جو حق کو تو جانتے ہیں۔ مگر حق کے موافق فیصلہ نہیں کرتے۔ یہ دوزخ میں داخل کئے جائیں گے۔ ایک وہ ہیں جو نہ حق کو جانتے ہیں۔ نہ حق کے موافق فیصلہ کرتے ہیں یہ بھی دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔" اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

نیز ابوداؤد نے ابو ہریرہؓ سے ایک اور حدیث روایت کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ "جو شخص قاضی ہو اور لوگوں کے معاملات کو فیصل کرنے کا اختیار رکھتا ہو اگر اُس کا انصاف ظلم پر غالب ہو گا تو اُس کو جنّت میں داخل کیا جائے گا۔ اور اگر اُس کا ظلم انصاف پر غالب ہو گا تو اُس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ دھکیل دیا جائے گا۔"

بیوی کے حقوق

عورت کا حق جو اُس کے شوہر کے ذمّے واجب ہے اُس کی نسبت خداوند عالم فرماتا ہے کہ "جس طرح مردوں کا حق عورتوں پر ہے اُسی طرح عورتوں کا حق مردوں پر ہے کہ وہ اُن کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے پیش آئیں"۔ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "مسلمانوں میں اُن لوگوں کا ایمان کامل ہے جن کے اخلاق اچھے ہیں اور جو اپنے گھر والوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آتے ہیں"۔ اس حدیث کو ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

نیز آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ "اے مسلمانو! تم میں اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو اور میں اپنے گھر والوں کے ساتھ تم سب سے زیادہ اچھا ہوں"۔ اس حدیث کو ترمذی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔

ایک دفعہ ایک صحابی نے جن کا نام معاویہ قشیری ہے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ بیویوں کا شوہروں پر کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "جب تم کھاؤ تو اُن کو بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو ان کو بھی پہناؤ اور ان کے منہ پر طمانچہ نہ مارو اور اُن کو گالیاں نہ دو اور اُن کو تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ"۔ یہ حدیث مسندِ امام حنبل اور سننِ ابی داؤد اور سننِ ابن ماجہ میں موجود ہے۔

ایک دفعہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "آج رات کو میرے پاس

بہت سی عورتیں آئی تھیں جو اپنے شوہروں کی شکایت کرتی تھیں اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ وہ مرد اچھے نہیں ہیں جو اپنی عورتوں کو ستاتے اور اُن پر ظلم کرتے ہیں۔" یہ حدیث سنن ابی داؤد اور سنن ابی ماجہ اور سنن دارمی میں ہے اور ایاس بن عبداللہ سے روایت کی گئی ہے۔

اولاد کے حقوق

اولاد پر شفقت اور مہربانی کرنے کے باب میں جو حدیثیں وارد ہوئیں اُن میں سے ایک حدیث کا مضمون یہ ہے کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش ان کے بالغ ہونے کے زمانہ تک کرتا ہے قیامت کے دن وہ مجھ سے ایسا قریب ہوگا جیسی کہ یہ میری دو انگلیاں ہیں۔" (اس موقع پر آنحضرت نے اپنے دستِ مبارک کی دو انگلیاں ملا کر اشارہ کیا) اس حدیث کو مسلم نے انس رضؓ سے روایت کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ اُس کی دو لڑکیاں بھی تھیں۔ اُس نے مجھ سے سوال کیا۔ میرے پاس اُس وقت ایک خرمے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ میں نے وہ خرما اُس عورت کو دے دیا اُس نے اُس خرمے کے دو برابر ٹکڑے کئے۔ ایک ٹکڑا اپنی ایک لڑکی کو دیا اور دوسرا ٹکڑا دوسری لڑکی کو دیا اور آپ اُس میں سے کچھ نہ کھایا اور چلی گئی۔ جب رسولِ خدا

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکان میں تشریف لائے تو میں نے سارا قصّہ اُن کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "جو شخص کئی لڑکیاں رکھتا ہو اور اُن کے ساتھ نیکی اور مہربانی سے پیش آتا ہو تو وہ لڑکیاں اُس کے اور دوزخ کی آگ کے درمیان حائل ہو جائیں گی"۔ یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے۔

اِس کے علاوہ صحیحین میں ایک اور حدیث ہے کہ وہ بھی حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے۔ اُس کا مضمون یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک بدوی آنحضرت کی خدمت میں آیا اور اُس نے کہا کہ "تم شہری اپنے بچّوں کو پیار کرتے ہو مگر ہم کبھی اپنے بچّوں کو پیار نہیں کرتے"۔ آنحضرت نے فرمایا کہ "اگر خدا نے تمہارے دلوں سے رحم اور شفقت کو باہر نکال لیا ہے تو پھر اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے"۔

غلام کے حقوق

غلاموں کا جو حق آقاؤں کے ذمّے واجب ہے اُس کی نسبت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "یہ تمہارے ہی بھائی ہیں جن پر خدا نے تمھیں اختیار دیدیا ہے اور اُن کو تمھارا زیردست بنا دیا ہے۔ پس وہ شخص جس کا کوئی زیردست ہو اُس کو لازم ہے کہ جو خود کھاتا ہے وہی اُس کو کھلائے اور جو خود پہنتا ہے وہی اُس کو پہنائے اور ایسے کام پر اُس کو نہ لگائے جو اُس کو شاق ہو اور جس کو کرنے کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو اور اگر کبھی ایسے کام پر لگائے تو یہ بات لازم ہے کہ خود بھی اُس کی مدد کرے۔ یہ حدیث صحیحین

میں ہے اور ابوذرؓ سے روایت کی گئی ہے۔

ایک حدیث اور ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رسولؐ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "اے مسلمانو! اگر تم میں سے کسی کا خادم اس کے لئے کھانا پکائے اور اس طرح آنچ اور دھوئیں کی تکلیف اُٹھا کر کھانا تیار کر کے لائے تو اُس کو چاہئے کہ وہ خادم کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرے اور اگر کھانا تھوڑا ہو تو ایک دو لقمے تو اُس کو ضرور دے۔" اس حدیث کو **مسلم** نے بیان کیا ہے اور یہ **ابو ہریرہؓ** سے روایت کی گئی ہے۔

نیز آنحضرت نے فرمایا ہے کہ "اگر کوئی شخص اپنے غلام کو ایسی گالی دے جس میں اُس کی طرف زنا کی نسبت ہوتی ہو اور وہ اس الزام سے بری ہو تو قیامت کے دن اس تہمت کی سزا میں اُس کے کوڑے لگائے جائیں گے۔" یہ حدیث **ابو ہریرہ** سے روایت کی گئی ہے اور صحیحین میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ "اگر کوئی مسلمان اپنے غلام کو شرعی سزا دے اور وہ درحقیقت سزا کے لائق نہ ہو۔ یا اُس کے موتھ پر طمانچہ مارے تو اس گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ اس غلام کو آزاد کر دے۔" اس حدیث کو **مسلم** نے **ابن عمر** سے روایت کیا ہے۔

مسلم نے ایک اور روایت بیان کی ہے جو **ابو مسعودؓ** سے مروی ہے۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ "میں ایک دفعہ اپنے غلام کو مار رہا

تھا کہ میں نے اپنی پشت کی طرف سے یہ آواز سنی کہ "اے ابومسعود ہوشیار ہو کہ جو قدرت تجھ کو اس غلام پر حاصل ہے اُس سے کہیں زیادہ قدرت خدا کو تجھ پر ہے۔" میں نے منھ پھیر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) موجود ہیں۔ میں نے سر جھکا کر عرض کی کہ "یا رسولؐ اللہ میں نے اس غلام کو آزاد کیا۔" آپ نے فرمایا کہ "اگر تو ایسا نہ کرتا تو دوزخ کی آگ تجھ کو جھلس ڈالتی۔"

امام بیہقی نے اُمّ سلمہ اور امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد نے حضرت علیؓ سے یہ روایت بیان کی ہے کہ جس وقت رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وفات کے قریب نزع کی حالت میں تھے تو آخری الفاظ جو آپ کی زبانِ مبارک سے نکلے وہ یہ تھے کہ "اے مسلمانو! نماز کا خیال رکھنا اور اُن غلاموں اور کنیزوں کا خیال رکھنا جو تمہارے زیرِ دست ہیں۔"

ترمذی میں جابرؓ سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں گی مرنے کے وقت خدا اُس کی موت کو آسان کر دے گا۔ ایک تو کمزوروں پر مہربانی کرنا دوسرے ماں باپ کے ساتھ شفقت سے پیش آنا۔ تیسرے غلاموں پر احسان کرنا۔"

ایک شخص رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ اگر خادم سے قصور

ہو جائے تو میں کتنی دفعہ اُس کے قصور کو معاف کروں"۔ دو دفعہ سوال کرنے پر تو آنحضرت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مگر تیسری دفعہ پوچھنے پر فرمایا کہ" ہر روز ستّر دفعہ اُن کی خطا معاف کرنی چاہیئے"۔ اس روایت کو ترمذی اور ابو داؤد نے بیان کیا ہے اور عبداللہ بن عمر سے مروی ہے۔

نیز آنحضرت نے فرمایا ہے کہ "اے مسلمانو! تم میں سب سے بڑا وہ شخص ہے جو تنہا بیٹھ کر کھاتا اور اپنے غلام کو مارتا اور حق ضیافت نہیں نہیں دیتا ہے"۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں حق ضیافت کے لفظ سے یہ مراد ہے کہ اُس زمانہ میں قوم قریش میں عام طور سے یہ دستور تھا کہ اپنی اپنی طاقت کے موافق چندہ جمع کرتے تھے اور جب بہت سا روپیہ چندہ کا جمع ہو جاتا تھا تو اُس کو حج کے زمانہ میں اس طرح صرف کرتے تھے کہ جو لوگ باہر سے حج کے ارادہ سے آتے تھے اُن کی دعوت کی جاتی تھی اور مسکینوں اور محتاجوں کو تو خاص طور پر اُس روپیہ سے مدد دی جاتی تھی۔

جانوروں کے حقوق

سواری اور بار برداری کے جانوروں پر رحم کرنا بھی انھیں حقوق کی ذیل میں داخل ہے۔ چنانچہ ابو داؤد نے سہل بن حنظلہ سے ایک حدیث روایت کی ہے اور اس کا مضمون یہ ہے کہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک دُبلے اور کمزور اونٹ کو دیکھ کر فرمایا کہ"اے مسلمانو!

ان بے زبان جانوروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں تم خدا سے ڈرتے رہو۔ اگر تم اُن پر سوار ہو تو اُن کو درست حالت میں رکھو اور اگر سوار نہ ہو تو بھی اُن کی حالت درست رکھو"

ہمسائے کے حقوق

خدا نے جو حق بندوں کے ذمّے فرض کئے ہیں اُن میں سے ایک حق ہمسایہ اور ہم صحبت اور ہم سفر کا حق ہے۔ خداوند عالم اپنے کلام مقدس میں فرماتا ہے کہ "اے مسلمانو! اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور قرابت والے پڑوسیوں اور اجنبی پڑوسیوں اور پاس کے بیٹھنے والوں اور مسافروں اور جو لونڈی غلام تمہارے قبضے میں ہیں اُن سب کے ساتھ سلوک کرتے رہو۔ اِس آیت میں جس لفظ کا ترجمہ پاس کے بیٹھنے والوں کا کیا گیا ہے وہ صاحب بالجنب کا لفظ ہے۔ ابن عباس اور مجاہد اور عکرمہ نے اس لفظ کے معنے مسافر کے بتائے ہیں اور حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ نے اس لفظ سے بیوی مراد لی ہے۔ نیز اس آیت میں جس لفظ کا ترجمہ مسافر کیا گیا ہے وہ ابن السبیل کا لفظ ہے۔ اس لفظ سے بعض عالموں نے مہمان مراد لی ہے۔

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "ہمسایے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ ہمسایہ ہے جس کے تین حق ہوتے

ہیں۔ ایک حق تو ہمسایہ ہونے کا دوسرا حق قرابت کا، تیسرا حق مسلمان ہونے کا۔ دوسرے وہ ہمسایہ ہے جس کے دو حق ہوتے ہیں۔ ایک حق تو ہمسایہ ہونے کا۔ دوسرا حق مسلمان ہونے کا۔ تیسرے وہ ہمسایہ ہے جس کا صرف ایک ہی حق ہے اور وہ بس ہمسایہ ہونے کا حق ہے۔ ایسا ہمسایہ وہ شخص ہوتا ہے جو اہل کتاب میں سے ہو۔" اس حدیث کو ابونعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں اور حسن اور بزار نے اپنی مسندوں میں جابرؓ سے روایت کیا ہے۔ ابن عدی نے عبداللہ بن عمرؓ سے بھی اسی مضمون کی حدیث روایت کی ہے۔

نیز آنحضرتؐ نے فرمایا کہ "بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے ہمسایہ کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرتے ہیں اور اُن کا ہمسایہ ہاتھ اُٹھا کر کہتا ہے کہ اے خدا اس شخص سے پوچھ کہ اُس نے اپنے گھر کا دروازہ کیوں بند کر لیا ہے اور مجھے بچا کھچا کھانا دینے میں کیوں دریغ کیا۔" یہ حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے۔ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "جبریل نے مجھے ہمسایہ کے ساتھ نیکی اور ہمدردی سے پیش آنے کی نصیحت اتنی دفعہ کی کہ میں گمان کرنے لگا کہ شاید عنقریب خدا اس کو وراثت کا بھی حق دلوائے گا۔" یہ حدیث بخاری میں ہے اور اس کو بھی عبداللہ بن عمرؓ نے روایت کیا ہے۔ ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب سرورِ کائنات نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ "جب تم گوشت

پکایا کرو تو شوربا زیادہ رکھا کرو اور ہمسایوں کی دعوت کیا کرو" یہ حدیث مسلم میں موجود ہے

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) سے پوچھا کہ" یا رسول اللہ میرے دو ہمسایے ہیں اور میں ہدیہ دینا چاہتی ہوں۔ ان دونوں میں سے کس کو دوں۔ آپ نے فرمایا کہ" اس کو دو جو اِن دونوں میں سے زیادہ قریب رہتا ہو" نیز جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ" جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہے اور قیامت کے آنے کو برحق جانتا ہے اس کو لازم ہے کہ اپنے ہمسایے کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے پیش آئے۔ اور اپنے مہمان کی دلجوئی اور مدارات کرے اور بے ہودہ باتیں کرنے سے زبان کو لگام دے۔ اگر کچھ کہے تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے" یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے۔ اور ابوہریرہؓ سے روایت کی گئی۔ اس حدیث کو امام بغوی نے بھی اپنی تصنیفات میں درج کیا ہے۔

دوستوں کے حقوق

خیال کرنا چاہیئے کہ جب ہمسایہ کا جس کا مکان علیحدہ ہوتا ہے اس قدر حق شریعت میں بیان کیا گیا ہے تو اس شخص کا حق کتنا بڑا ہوگا جو ہم صحبت اور ہم سفر ہوتا ہے۔ یہ ہم صحبت ہونے ہی کا باعث ہے کہ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ سلم) نے اپنے صحابیوں

کی بے حد تعریف کی ہے اور ان کے ساتھ محبت کرنے اور ان کی تعظیم کرنے کی نصیحت بار بار فرمائی ہے۔ مگر اس بات کا خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ دوستی اور ہم نشینی ان لوگوں کے ساتھ کیجائے جو نیک ہوں۔ کافروں اور بدکاروں کے ساتھ دوستی ہرگز نہ کرنی چاہیئے۔

جناب سرورِ کائنات فرماتے ہیں کہ" اچھے اور برے ہم نشین کی مثال یہ ہے کہ اچھا ہم نشین تو مثل اس شخص کے ہوتا ہے جس کے پاس مشک نافہ ہو کہ وہ یا تو مشک نافہ تم کو دے ڈالے گا یا تم خود اس سے خرید لو گے اور یہ بھی نہیں تو کم سے کم اس کی خوشبو تو ضرور تمھارے دماغ کو معطر کرے گی۔ اور برا ہم نشین مثل اس شخص کے ہوتا ہے جو بھٹی دھونکتا ہو۔ کہ یا تو وہ تمہارے گھر میں آگ لگائے گا یا تمہارے کپڑے جلائے گا۔ اور یہ بھی نہیں تو کم از کم اس کی بدبو تو ضرور تمہاری طبیعت کو پراگندا کر دے گی" یہ حدیث صحیحین میں ہے اور موسیٰؓ سے روایت کی گئی ہے۔

حاکم اور ابو داؤد نے ایک حدیث انسؓ سے روایت کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ" نیک ہمسایہ مانند عطر فروش کے ہے کہ اگر وہ عطر نہ دے تو اس کے عطر کی خوشبو تو ضرور تمہارے دماغ تک

پہنچے گی۔

نیز امام احمد بن حنبل اور ابو داؤد اور ترمذی اور حاکم نے ابو سعید خدری سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "اس مسلمان کے سوا جس کا ایمان کامل ہو کسی کے ساتھ ہمنشینی اور دوستی نہ کرو اور اہل تقویٰ کے سوا کسی کی دعوت نہ کرو۔" امام بغوی نے ایک اور حدیث ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ "آدمی اپنے دوست اور ہمنشین کے مذہب پر ہوتا ہے۔ پس ہر شخص کو پہلے ہی سے دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کرنے لگا ہے۔"

ایک اور حدیث جو صحیحین میں موجود ہے اور عبداللہ بن مسعود سے روایت کی گئی ہے۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ "قیامت کے دن ہر آدمی اسکے ساتھ محشور ہوگا جس کے ساتھ وہ دوستی رکھتا تھا۔"

خداوند عالم اپنے کلام مقدس میں فرماتا ہے کہ "جو لوگ آپس میں دوستیاں رکھتے ہیں اس دن یعنی قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے، مگر پرہیزگاروں کا یہ حال نہ ہوگا۔" اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی دوستیاں دنیا کے ساتھ تھیں وہ تو گزری ہوگئیں۔ مگر پرہیزگار تو اپنے ہمجنسوں

کے ساتھ خدا واسطے کی دوستی رکھتے ہیں۔ ایسی دوستیاں آخرت میں بھی باقی رہیں گی۔ قرآن مجید سے یہ بات بھی صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ قیامت کے دن لوگ بدوں اور بدکاروں کے ساتھ دوستی رکھنے پر افسوس کریں گے اور پشیمان ہوں گے۔ چنانچہ ایک آیت کا مضمون یہ ہے کہ" وہ آدمی جو نافرمان تھا قیامت کے دن افسوس کرے گا اور کہے گا کہ ہائے میری کمبختی! کاش میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا۔ اس نے تو نصیحت کے آئے پیچھے بھی مجھے اس سے بہکا دیا۔"

مولانا روم نے کیا ہی اچھا فرمایا ہے۔

دُور شو از اختلاطِ یارِ بد — یارِ بد تر بود از مارِ بد
مارِ بد تنہا ہمے بر جان زند — یارِ بد بر جان و بر ایمان زند
صحبتِ صالح ترا صالح کند — صحبتِ طالح ترا طالح کند
نار خنداں باغ را خنداں کند — صحبتِ نیکانت از نیکاں کند

صحیحین میں ایک طویل حدیث **ابوہریرہؓ** سے روایت کی گئی ہے۔ اور اس میں بیان کیا گیا ہے کہ" جب قیامت کے دن خدا ان لوگوں پر اپنی رحمت نازل کرے گا جو ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ اور ان لوگوں کو بھی بخش دے گا جو ان کے ہمنشین تھے تو ایک فرشتہ عرض کرے گا کہ اے خدا ایک شخص اور بھی ہے جو کسی کام کے لئے تھا اور ان لوگوں کے پاس آ بیٹھا تھا مگر وہ آدمی نیک نہیں ہے

بلکہ گنہگار ہے۔ خدا فرمائے گا کہ میں نے اس کے گناہ معاف کر دئے اور اس کو بخشدیا۔ کیونکہ یہ نیک بندے ایسے ہیں کہ ان کا کوئی ہمنشین بدنصیب نہیں رہ سکتا۔" اسی سبب سے رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے برے ہمنشین اور برے ہمسایہ سے پناہ مانگی ہے۔

نیز رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ایک دفعہ یہ دعا مانگی کہ "اے خدا میں برے دن اور بری رات اور بری گھڑی اور برے ہمنشین اور برے ہمسایہ سے تیری پناہ مانگتا ہوں" یہ دعا **طبرانی** نے بیان کی ہے اور **عقبہ بن عامر** سے مروی ہے

جاننا چاہئے کہ حق شفعہ کے معنی حق ہمسائیگی کے ہیں۔ اور یہی بنیاد اس حق کی ہے۔ پس اگر نیک آدمی ہمسایہ میں مکان لینا چاہے تو حق شفعہ کا خیال بمقابلہ برے ہمسایہ کے ہرگز نہ کرنا چاہئے اور اگر کوئی بد آدمی ہے اور وہ ہمسایہ میں مکان لینا چاہتا ہے تو بمقابلہ نیک ہمسایہ کے حقِ شفعہ کا لحاظ ضرور رکھنا چاہئے۔

عام مسلمانوں کے حقوق

خدا نے جو حق بندوں کے ذمے واجب کئے ہیں ان میں سے ایک حق عام مسلمانوں کا ہے۔ خاصکر ان کا جو عاجز اور کمزور ہوں۔ یا یتیم ہوں۔ یا مسکین ہوں۔ یا بیمار ہوں۔ یا بیوہ عورتیں ہوں۔ یا سائل ہوں یا مسافر ہوں۔ یا مہمان ہوں۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ "اصل نیکی ان لوگوں کی ہے جو اللہ اور

روز آخرت اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور سوال کرنے والوں کو دیا اور غلامی کی قید سے لوگوں کی گردنوں کے چھڑانے میں بھی روپیہ خرچ کیا

قرآن مجید کی ایک اور روایت میں اس طرح حکم دیا گیا ہے کہ "ہر ایک رشتہ دار اور غریب اور مسافر کو اس کا حق پہنچاتے رہو اور دولت کو بے جا مت اڑاؤ" پھر ایک جگہ فرمایا ہے کہ یتیموں پر غضبناک نہ ہو۔ اور سائلوں کو دھمکیاں نہ دو۔

رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ میں اور وہ شخص جو یتیموں کی پرورش کرتا ہے قیامت کے دن اس طرح قریب ہوں گے"۔ اس موقع پر آنحضرت نے اپنے دست مبارک کی دو انگلیاں ملا کر اشارہ کیا) اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور بخاری اور ابو داؤد اور ترمذی نے سہیل بن سعید سے روایت کیا ہے۔ نیز آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہے اور روز قیامت کے آنے کو مانتا ہے اس کو لازم ہے کہ مہمان کی مدارات کرے اور جان لو کہ مہمان تین دن تک ہے اس کے بعد جو سلوک اس کے ساتھ کیا جائے وہ صدقہ میں داخل ہے"۔ یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے اور ابو شریح کعبی سے روایت کی گئی ہے

سائلوں کی نسبت جناب سرورِ کائنات فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! تم پر سائل کا حق ہے۔ اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے اس حدیث کو ابو داؤد نے امام حسینؓ اور حضرت علیؓ اور امام احمد بن حنبلؒ نے امام حسینؓ سے روایت کیا ہے گھوڑے پر سوار ہو کر آنے سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ سائل غنی ہو۔ تاہم اس کے سوال کو رد کرنا نہ چاہیے۔ گو کہ اس شخص کو جو غنی ہو سوال کرنا حرام ہے۔

دیگر حقوق جو مسلمانوں کے ذمے عام مسلمانوں کے ہیں ان کی نسبت جناب رسالت مآب نے اس طرح ارشاد کیا ہے کہ مسلمان کے حقوق مسلمان پر چھ ہیں۔ ایک حق تو یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کرے۔ دوسرا حق یہ ہے کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی دعوت کرے تو اس کو قبول کرے۔ تیسرا حق یہ ہے کہ جب ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے سامنے چھینک آئے تو یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کہے۔ چوتھا حق یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کی بیمار پرسی کی جائے پانچواں حق یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جائے۔ چھٹا حق یہ ہے کہ مسلمان جو بات اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے ہر مسلمان بھائی کے لئے پسند کرے اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت علیؓ سے اور نسائیؒ نے ابوہریرہ سے

روایت کیا ہے

اصفہانی نے ایک حدیث **حضرت علیؓ** سے روایت کی ہے کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے سامنے چھینک آئے اور چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور دوسرا مسلمان یرحمک اللہ نہ کہے تو قیامت کے دن یَرْحَمُکَ اللہ نہ کہنے والے سے مواخذہ کیا جائے گا۔ **ابونعیم** نے **سعید بن جبیر** سے بھی اسی مضمون کی حدیث روایت کی ہے۔

نیز **مسلم** نے **ابوموسیٰؓ** سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا ہے کہ "اگر وہ مسلمان جس کو چھینک آئے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے تو پاس بیٹھنے والا مسلمان اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللہ کہے اور اگر چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نہ کہے تو پاس بیٹھنے والے مسلمان کو یَرْحَمُکَ اللہ کہنا ضروری نہیں ہے۔

جناب سرورِ کائنات نے ایک دفعہ ارشاد کیا کہ "بازاروں اور رستوں میں بیٹھنے اٹھنے سے پرہیز کرو"۔ بعض صحابیوں نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ اس سے تو چارہ نہیں ہے کیونکہ روزمرہ کی ضرورتیں ہر آدمی کو پیش آتی ہیں"۔ آپ نے فرمایا کہ اگر چارہ نہیں ہے تو لازم ہے کہ تم رستوں اور بازاروں کا

حق ادا کرو"، صحابیوں نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ رستوں اور بازاروں سی کیا مراد ہے"؟ آپ نے فرمایا کہ "اس حق سے یہ مراد ہے کہ تم حرام چیزوں کے دیکھنے سے اپنی آنکھیں بند رکھو اور کسی کو تکلیف نہ پہنچاؤ اور اگر کوئی سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دو اور شرع کے موافق باتوں کی ہدایت کرو اور لوگوں کو ایسی باتوں سے منع کرو جو شرع کے خلاف ہوں"۔ یہ حدیث صحیحین میں موجود ہی اور **ابو سعید خدری** سے روایت کی گئی ہے **ابو داؤد** نے اسی حدیث کو **حضرت عمرؓ** سے روایت کیا ہے مگر اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ جس شخص کو کوئی تکلیف پہنچے اس کی فریاد رسی کرو اور جو شخص رستہ بھول جائے اس کو رستہ بتاؤ۔

خداوند عالم اپنے مقدس کلام میں فرماتا ہے کہ "اے مسلمانو جب تم کو کسی طرح پر سلام کیا جائے تو تم اس کے جواب میں اس سے بہتر طور پر سلام کرو۔ یا کم سے کم ویسا ہی جواب دو۔ اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے یعنی تم جیسا کرو گے تم کو ویسا ہی اجر دے گا"۔ اس آیت شریف کا مطلب یہ ہے اگر کوئی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہے تو اس کے جواب میں کم سے کم وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ تو ضرور کہنا چاہیے۔ اگر رحمۃ اللہ یا رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ یا رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ومغفرتہٗ کے الفاظ بڑھا کر جواب دیا جائے تو اور بھی بہتر ہے۔

مسلم نے ایک حدیث **ابو ہریرہ** سے روایت کی ہے کہ

رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! تم میں سے کوئی شخص بہشت میں داخل نہ ہوگا جب تک تمہارے دل میں ایمان نہ ہو اور تمہارا ایمان کامل نہ ہوگا جب تک کہ تم آپس میں دوستی نہ کرو۔ یہ الفاظ فرما کر ارشاد کیا کہ "میں تمہیں وہ بات بتاؤں جس سے تمہارے درمیان محبت اور دوستی زیادہ ہو وہ بات یہ ہے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔"

امام بیہقی نے ابن مسعود سے ایک حدیث روایت کی جس کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص پہلے سلام کرتا ہے وہ تکبر اور غرور کے الزام سے بری ہوتا ہے۔" ایک شخص نے آنحضرت سے دریافت کیا کہ "رسول اللہ اسلام میں کونسی عادتیں اچھی ہیں؟" آپ نے فرمایا کہ "آپس میں ایک دوسرے کی دعوت کرنا اور ایک دوسرے کو سلام کرنا۔" اگرچہ وہ آیت شریف جس کا ترجمہ ابھی ابھی لکھا گیا ہے سلام ہی کے باب میں نازل ہوئی ہے مگر اس تحیت کا لفظ جس کا ترجمہ سلام کیا گیا ہے عام ہے اور اس سے یہ مطلب سمجھا جاتا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ جس طرح کا برتاؤ کرے اس دوسرے مسلمان کو اس سے بہتر برتاؤ کرنا چاہئیے اور اس برتاؤ میں تحفہ بھیجنا۔ ذکر خیر کرنا۔ ہاتھ یا سر کے اشارہ یا زبان سے سلام کرنا تواضع کے لئے جھک جانا۔ ادب کے لئے کھڑا ہو جانا۔ دوستانہ ہاتھ ملانا۔ محبت کے خیال سے بغلگیر ہونا اور اسی طرح کی سب

باتیں داخل ہیں۔ اس آیت شریف کے آخر میں جو یہ الفاظ ہیں
ر اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے ان سے ان تمام باتوں کا اشارہ نکلتا ہے
ترمذی نے ایک حدیث ابو امامہ سے روایت کی ہے کہ
جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ "اے مسلمانو! تمہارے سلام کی تکمیل
مصافحہ سے ہوتی ہے" نیز آنحضرت نے فرمایا ہے کہ "اے مسلمانو! باہم
مصافحہ کیا کرو اس سے دلوں کا کینہ دور ہوتا ہے۔ اور آپس میں ایک
دوسرے کو تحفہ بھیجا کرو اس سے محبت کو ترقی ہوتی ہے۔ اور آپس کا
بغض دور ہوتا ہے۔ نیز جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ "اگر مسلمان
آپس میں مصافحہ کرتے ہیں تو کوئی گناہ ایسا نہیں رہتا جو جھڑ نہ جائے۔
آنحضرت نے ایک دفعہ ابوذر کے ساتھ بغلگیر ہو کر فرمایا کہ "یہ
برتاؤ نہایت عمدہ ہے" اس حدیث ابوداؤد نے بیان کیا ہے جناب
رسالتمآب نے فرمایا ہے کہ "کسی مسلمان کو نہیں چاہیے کہ تین دن سے
زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے ناراض رہے اور اس سے ملاقات
نہ کرے اور ان دونوں میں اچھا وہ ہے جو پہلے سلام کرے دوستی
کی تجدید کرے" یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے اور ابو ایوب
انصاری سے روایت کی گئی ہے ایک اور حدیث ہے جس کو ابوداؤد
نے بیان کیا ہے اور جو حضرت عائشہ سے مروی ہے اس کا مضمون
یہ ہے کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین
دن سے زیادہ ناراض رہے اور ملاقات نہ کرے۔ پھر اگر دونوں

میں سے کوئی ملاقات کرنے آئے اور تین دفعہ سلام کرے اور اس کا جواب نہ پائے تو دونوں کا گناہ اس کے ذمے رہے گا۔

امام احمد بن حنبل اور ابو داؤد نے ابوہریرہ سے

ایک حدیث روایت کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ آلہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے گا اور ملاقات نہ کرے گا، اور اسی حالت میں مرجائے گا تو وہ دوزخ میں داخل کیا جائے گا لازم یہ ہے کہ جب تین دن گذر جائیں تو دونوں آپس میں ملاقات کریں اور ایک دوسرے کو سلام کریں۔ اگر دوسرا اسلام کا جواب دے تو دونوں کو ثواب ملے گا، اور اگر دوسرے نے سلام کا جواب نہ دیا تو پہلا مسلمان تو گناہ اور الزام سے بری ہو گیا اور دوسرے مسلمان کی گردن پر گناہ باقی رہا۔"

نیز رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے۔ کہ "اے مسلمانو! آپس میں بد گمانی نہ کیا کرو۔ کیونکہ گمان اکثر دفعہ جھوٹا ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے عیب کی تلاش میں نہ رہا کرو اور آپس میں ایک دوسرے پر حسد نہ کیا کرو اور باہم کینہ اور دشمنی نہ رکھا کرو اور ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرا کرو۔ اور اے خدا کے بندو! آپس میں بھائی بن کر رہو" یہ حدیث صحیحین میں ہے اور ابوہریرہ سے روایت کی گئی ہے ایک روایت میں اس حدیث

کے درمیان یہ الفاظ اور بھی ہیں کہ اپنے تئیں کھینچتے رہو یہاں تک کہ خدا تمہاری توبہ قبول کرے۔ جناب رسالت مآب نے فرمایا ہے کہ "پیر اور جمعرات کے دن بہشت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور خدا ہر ایک مسلمان کے گناہ معاف کرتا ہے۔ مگر ان مسلمانوں کے گناہ معاف نہیں کرتا جو آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں اور فرماتا ہے کہ ان کو اس وقت تک مہلت دو جب تک کہ یہ آپس میں صلح کر لیں"۔ اس حدیث کو مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کیا ہے۔

نیز ایک حدیث کا جو ابوہریرہؓ سے مروی ہے یہ مضمون ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا ہے کہ "قیامت کے دن ایک شخص دوسرے کو پکڑے گا۔ وہ کہے گا کہ اس میرے پکڑنے سے تیرا کیا مطلب ہے۔ میں تو تجھے نہیں پہچانتا۔ وہ کہے گا کہ تو دنیا میں مجھکو برا کام کرتے دیکھتا تھا اور اس کام کے کرنے سے مجھ کو منع نہیں کرتا تھا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کو برے کام سے منع کرنا ہر شخص پر فرض ہے۔ مگر اس حالت میں فرض نہیں ہے جبکہ یہ بات یقینی طور معلوم ہو جائے کہ جن کو برے کام سے منع کرتا ہے وہ اس سے باز آنے والے نہیں ہیں۔

رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا خدا اس پر رحم نہیں کرتا"۔ یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے اور جریرؓ سے مروی ہے۔ اسی مضمون کی ایک اور

حدیث ہے جو ابوداؤد اور ترمذی میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رحم کرنے والوں پر خدا رحم کرتا ہے پس اے مسلمانو! تم ان لوگوں پر رحم کرو جو زمین پر ہیں جو آسمان پر ہیں (یعنی فرشتے) وہ تم پر رحم کریں گے۔

امام بخاری نے ادب الکاتب میں اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہمارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا اور بڑوں کا حق نہیں پہچانتا وہ ہماری اُمت میں نہیں ہے۔" نیز رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "جو شخص ایک طرف سے دوسرے کو اچھی بات جاکر سنائے اور دونوں میں صلح کرائے وہ جھوٹ بولنے والا نہیں ہے۔" یہ حدیث صحیحین میں اُمِ کلثوم بنت عقبہ سے روایت کی گئی ہے مسند حنبل اور جامع ترمذی میں سے ایک حدیث اسماء بنت یزید سے روایت کی گئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ "تین موقعوں کے سوا اور جگہ جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔ ایک تو اس وقت جبکہ اپنی بیوی کو راضی کرنا منظور ہو۔ دوسرے اس وقت جبکہ کافروں کے ساتھ جنگ برپا ہو۔ تیسرے اس وقت جبکہ مسلمانوں کے درمیان صلح کرانی منظور ہو۔

ایک دفعہ آنحضرتؐ نے صحابیوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ "اگر تم چاہو تو میں تم کو ایسی بات بتا سکتا ہوں جو نماز اور روزہ سے بھی

بالاتر ہے" صحابیوں نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ایسی بات ضرور بتائیں. آپ نے فرمایا کہ" مسلمانوں کے درمیان جو نااتفاقی ہو اس کو دور کرنا نماز اور روزہ سے بہتر ہے اور خوب یاد رکھو کہ نااتفاقی برباد کرنے والی ہے۔ یہ حدیث جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد میں ابودردا سے روایت کی گئی ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل اور جامع ترمذی میں ایک اور حدیث مذکور ہوئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ" اے مسلمانو! اب وہ بیماری تمہارے درمیان بھی پھیلنے لگی ہے۔ جو مونڈنے والی ہے اور اس سے میری مراد حسد اور عداوت ہے۔ مونڈنے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ بیماری سر کے بالوں کو تراش دیتی ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ دین و ایمان کو اس طرح تراشکر پھینک دیتی ہے۔ جس طرح نائی سر کے بالوں کو تراش کر پھینک دیا کرتا ہے" نیز آنحضرت نے فرمایا ہے کہ" مسلمانو! حسد سے دور رہو۔ کیونکہ یہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو بھسم کر ڈالتی ہے" اس حدیث کو ابوداؤد نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے

جناب سرورِ کائنات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ" اے مسلمانو آپس میں پھوٹ اور نااتفاقی ڈالنے سے بچو کیونکہ یہ بری عادت دین و ایمان کو برباد کر دیتی ہے" اس کو ترمذی نے ابوہریرہ سے روایت

کیا ہے ابن ماجہ اور ترمذی نے ایک اور حدیث ابوہریرہ سے روایت کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "جو شخص دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ خدا اس کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو شخص اوروں کو تکلیف میں ڈالتا ہے خدا اس کو تکلیف میں ڈالتا ہے۔

جامع ترمذی میں ایک حدیث حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جو شخص مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا ہے یا ان کے ساتھ فریب کرتا وہ ملعون ہے۔ ابوداؤد نے سعید بن زید سے ایک اور حدیث روایت کی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ سب سے برا عمل یہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر زبان درازی کرے اور اس کی عزت پر بغیر کسی حق کے حملہ کرے۔" نیز رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے سامنے عذر کرے اور وہ اپنے بھائی کے عذر کو قبول نہ کرے تو اس کے ذمے ایسا ہی گناہ ہوگا جیسا کہ تاوان لینے والے کے ذمے ہوتا ہے۔" اس حدیث کو امام بیہقی نے جابرؓ سے روایت کیا ہے۔

واضح ہو کہ اسلامی اخوت یعنی برادری کا حق ان تمام حقوق سے بالاتر ہے جو بانی اسلام نے مسلمانوں کے ذمے رکھے ہیں۔ کیونکہ رشتہ داری کے حق تو ماں باپ واسطہ ہیں اور اسلامی برادری

کے رشتہ میں رسول خدا واسطہ ہیں۔ اس لئے کہ رسولؐ خدا تمام مسلمانوں کے بمنزلہ باپ کے ہیں۔ خداوند عالم فرماتا ہے۔ کہ پیغمبر مسلمانوں پر خود ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیبیاں ادب اور تعظیم کے لحاظ سے ان کی مائیں ہیں"۔ جس آیت شریف کا یہ ترجمہ کیا گیا ہے اس آیت کے آخر میں اُبی بن کعب کی قرأت کے لحاظ سے چند الفاظ اور بھی ہیں۔ اور ان کا ترجمہ یہ ہے کہ "پیغمبر مسلمانوں کے باپ ہیں"۔ اسی واسطہ کے لحاظ سے خداوند عالم فرماتا ہے کہ "مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ پس تم کو لازم ہے کہ دو مسلمان بھائیوں میں باہم صلح اور میل جول کرا دیا کرو"۔ اسی اسلامی برادری کی برکت ہے کہ فرشتے مسلمانوں کے لئے خدا سے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ "جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو عرش کے گرداگرد ہیں ہمہ وقت اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے اور ایمان والوں یعنی مسلمانوں کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگا کرتے ہیں

نیز خداوند عالم ایک اور جگہ فرماتا ہے کہ "فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہیں اور جو لوگ زمین پر رہتے ہیں ان کی گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں۔

اس موقع پر ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم نے ابھی ابھی بیان کیا ہے کہ اسلامی برادری کا حق تمام حقوق سے بالاتر ہے ان حقوق میں رشتہ داری کے حقوق بھی شامل ہیں حالانکہ خداوند عالم

اس کے برخلاف فرماتا ہے کہ "رشتہ دار کتاب اللہ کی رو سے تمام مسلمانوں اور مہاجروں سے بڑھ کر ایک کے حق دار ایک ہیں" نیز رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے بھی یہ ارشاد کیا ہے۔ کہ کسی محتاج کو صدقہ دینا تو بس ایک ہی صدقہ ہے اور رشتہ دار محتاج کو صدقہ دینا دو صدقوں کے برابر ہے جن میں سے ایک صدقہ ہے اور دوسرا صلۂ رحم ہے" اس حدیث کو **امام احمد بن حنبل اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ** نے **سلمان بن عامر** سے روایت کیا ہے۔ آیت شریف اور حدیث شریف مذکورہ بالا سے صاف صاف یہ امر واضح ہوتا ہے کہ رشتہ داری کے حقوق تمام حقوق سے بالاتر ہیں حالانکہ تم نے اسلامی برادری کے حقوق کو اور حقوق سے بالاتر بیان کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ رشتہ داری کے تمام حقوق جو اوپر بیان ہوئے ہیں ان سب میں اسلام ضروری شرط ہے اور ہر جگہ اسی شرط کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ آیت شریف میں رشتہ داروں کے لفظ سے مسلمان رشتہ دار مراد ہیں۔ اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو رشتہ دار مسلمان ہیں وہ ان مسلمانوں اور مہاجروں سے جو رشتہ دار نہیں ہیں بہتر ہیں اور وراثت کے حق میں مقدم ہیں اور حدیث شریف مذکورہ بالا کا یہ مطلب ہے کہ محتاج مسلمان کو جو رشتہ دار نہ ہو صدقہ دینا ایک صدقہ ہے اور محتاج مسلمان کو جو رشتہ دار ہو صدقہ دینا دو صدقوں کے برابر ہے یہی وجہ ہے کہ رشتہ دار مسلمان نہ ہوں ان کو میراث نہیں ملتی۔ بلکہ وہ میراث

عام مسلمانوں کا حق ہے اور بیت المال میں جو مسلمانوں کا عام خزانہ ہے داخل کردی جاتی ہے۔ نیز اگر باپ کافر ہو اور بیٹا مسلمان ہو تو بیٹے کو یہ بات تو لازم ہے کہ باپ کو نفقہ دے۔ مگر اس کے ساتھ محبت رکھنے کی ممانعت ہے۔ بلکہ اس کو بیزاری اور نفرت ظاہر کرنی چاہئے چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ "اے پیغمبر مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو کہ جب پیغمبر اور مسلمانوں کو مشرکین کا دوزخی ہونا خدا کے فرمانے سے معلوم ہو گیا تو اب ان کو زیبا نہیں کہ ایسے لوگوں کی مغفرت کی دعائیں مانگا کریں۔ گو کہ وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔ ابراہیمؑ نے اپنے باپ کے لئے مغفرت کی دعا مانگی تھی سو وہ ایک وعدہ کی وجہ سے مانگی تھی جو ابراہیم نے اپنے باپ سے کر لیا تھا پھر ان کو بھی جب معلوم ہو گیا کہ یہ دشمن خدا ہے تو باپ سے مطلقاً دست بردار ہو گئے۔

ایک حدیث کا جو **ابن عمر**رضؓ سے مروی ہے اور جس کو **ابن عساکر** نے روایت کیا ہے۔ یہ مضمون ہے کہ "قیامت کے دن نسب اور خسری اور دامادی کے تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے۔ مگر میر النسب اور خسری اور دامادی کا رشتہ باقی رہے گا۔" اس حدیث سے پیغمبر خدا (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ میری قرابت قیامت کے دن باقی رہے گی اور تمام قرابتوں کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ تمام مسلمان میرے فرزند ہیں اور یہ میرا رشتہ یعنی اسلامی برادری کا رشتہ قیامت کے دن منقطع نہ ہوگا اور دیگر تمام رشتے منقطع ہو جائیں

گے جو مطلب ہم نے اس حدیث کا بیان کیا ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ خداوند عالم مسلمانوں کے حق میں فرماتا ہے۔ کہ "جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد ایمان کے ساتھ نیک عملوں میں ان کی پیروی کرتی رہی ہے گو عمل میں ان سے کسی قدر قصور بھی ہوا ہو تاہم ان کی اولاد کو بھی جنت میں ان کے ساتھ لے جاکر شامل کریں اور ان کے اعمال کے صلہ میں سے کچھ بھی کم نہیں کریں گے۔" نیز خداوند عالم ایک اور آیت میں فرماتا ہے کہ "اے لوگو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد ہمارے ہاں کچھ ایسی وقعت نہیں رکھتے کہ تم کو ہمارا مقرب بنا دیں مگر جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل بھی کئے ایسے لوگوں کے لئے ان کے عمل کا دہرا عوض ہے اور وہ بہشت کے بالاخانوں میں اطمینان سے بیٹھے ہوں گے۔"

اسی طرح ایک جگہ خداوند عالم نے کافروں کی نسبت فرمایا ہے کہ "قیامت کے دن ان کی رشتہ داریاں باقی نہیں رہیں گی۔" اور ایک جگہ فرمایا ہے کہ "ان کے درمیان جو رشتے اور تعلق ہیں وہ سب قطع ہو جائیں گے۔" ان آیتوں اور دیگر آیتوں اور حدیثوں سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان جو رشتہ اور تعلق ہے قیامت کے دن صرف وہی باقی رہے گا اور اس رشتہ اور تعلق کے سبب سے اس روز وہ ایک دوسرے سے فائدہ حاصل کریں گے۔ مگر جو لوگ مسلمان نہیں ہیں ان کی رشتہ داریاں کچھ کام نہ آئیں گی اور وہ ایک دوسرے سے مطلق فائدہ حاصل نہ کر سکیں گے۔

چنانچہ خداوند عالم نے ایک جگہ صاف صاف اس امر کو واضح کر دیا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن ایسی نفسی نفسی پڑے گی کہ آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ اور اپنی جورو اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ" قیامت کے دن جو لوگ آپس میں دوستیاں رکھتے ہیں ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ مگر جو لوگ پرہیزگار ہیں یعنی مسلمان ہیں ان کا یہ حال نہیں" مقصود اس کلام سے یہ ہے کہ جو لوگ اسلام اور پرہیزگاری کی فضلیت رکھتے ہیں محبت اور دوستی کے لئے وہی سب سے زیادہ لائق ہیں۔

حقوق اللہ

جو حقوق بندگان خدا کے ذمے واجب ہیں ان میں سے ایک وہ حق ہے جس کو وہ خود اپنے ذمے واجب کر لیتے ہیں۔ یہ حق تین طرح کا ہوتا ہے ایک تو وہ حق ہے جس کے واجب ہونے کا سبب خدا کی فرمانبرداری ہو۔ دوسرے وہ حق ہے جس کے واجب ہونے کا سبب خدا کی نافرمانی ہو۔ تیسرے وہ حق ہے جس کے واجب ہونے کا سبب کوئی ایسی بات ہو جو شریعت کی رُو سے مباح ہے۔ یہ حق حق اللہ بھی ہیں اور حق العباد بھی۔

وہ حق اللہ جس کے واجب ہونے کا سبب خدا کی فرمانبرداری ہے عبادت کی منت ماننا ہے۔ یہاں عبادت سے وہ عبادتیں مراد ہیں جو مقصود ہیں مثلاً نماز۔ روزہ۔ حج۔ صدقہ وغیرہ۔ پھر منت جو مانی جائے شرط کے ساتھ ہو۔ یا بلا شرط کے ہو۔ شرط سے یہ مطلب

ہے کہ کسی دنیوی۔ یا دینی نعمت کے حاصل ہونے پر منت مانی گئی ہو مثلاً کہا جائے کہ اگر فلاں بیمار صحت پائے گا یا فلاں شخص جو غائب ہے واپس آجائے گا تو میں روزہ رکھوں گا۔ اس قسم کی منت کا پورا کرنا فرض ہے جبکہ وہ شرط جس پر منت مانی گئی ہے پوری ہو جائے۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ لازم ہے کہ لوگ اپنی منتوں کو پورا کریں۔ مگر جو عبادتیں مقصود نہیں ہیں ان کی منت پوری کرنی بھی فرض نہیں ہے بلکہ مستحب ہے اور جو منت ایسی ہو کہ اس کی بنیاد خدا کی نافرمانی پر ہو وہ باطل ہے مثلاً کہا جائے کہ اگر فلاں بیمار اچھا ہو جائے تو میں ناچ گانے کا جلسہ کروں گا۔ چنانچہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "خدا کی نافرمانی کی منّت پوری نہیں کرنی چاہیئے"۔ نیز جو امر کہ مباح ہو اس کی منت ماننی بھی لغو اور بیفائدہ ہے اور خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ منّت خدا کے لئے ہی ہو سکتی ہے پیغمبر خدا یا اولیاء اللہ میں سے کسی کے لئے منّت ماننی گناہ ہے۔ اور گناہ بھی ایسا جو شرک کے قریب ہے

وہ حق اللہ جس کے واجب ہونے کا سبب کوئی ایسی بات ہو جو شریعت کی رو سے مباح ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی مسافر یا بیمار رمضان میں روزہ افطار کرے پھر اس روزہ کے عوض کفارہ کے روزے رکھنے کی منّت مان لے۔

وہ حق اللہ جس کے واجب ہونے کا سبب خدا کی نافرمانی ہو اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص زنا کرنے یا چوری کرنے یا شراب پینے

یا کسی مسلمان پر بیجا طور سے زنا کا الزام لگانے یا رمضان کا روزہ بلا کسی عذر کے افطار کرنے یا کسی شخص کو بلا ارادہ بھول سے مار ڈالنے کے بعد کوئی منت مان لے اور اس کو اپنے اوپر لازم کرلے۔

حقوق العباد وہ حق العباد جس کے واجب ہونے کا سبب خدا کی فرمانبرداری ہو اس کی مثال وعدہ کا پورا کرنا ہے جو ضروری ہے۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ "اے مسلمانو! اقرار کو پورا کیا کرو۔ کیونکہ اقرار کے پورا کرنے یا نہ کرنے پر قیامت کے دن تم سے باز پرس ہوگی"۔ نیز رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ اقرار کرنا بمنزلہ قرض کے ہے"۔ اس حدیث کو طبرانی نے حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے نیز جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ اقرار کرنا بمنزلہ قرض کے ہے کمبختی ہے اس کی جو اپنے اقرار کو پورا نہ کرے"۔ اس حدیث کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے اور یہ حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے۔ اس حدیث میں یہ الفاظ کہ کمبختی ہے اس کی جو اپنے اقرار کو پورا نہ کرے"۔ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے تین بار فرمائے ہیں۔

نیز جناب رسالت مآب نے فرمایا ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے۔ دوسرے یہ کہ جب وہ وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے تیسرے یہ کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو امانت میں خیانت کرے"۔ یہ حدیث

صحیحین میں موجود ہے اور ابو ہریرہؓ سے روایت کی گئی ہے مگر مسلم نے یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں کہ جس میں یہ تین نشانیاں ہوں وہ منافق ہے اگرچہ نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو۔

نیز عبداللہ بن عمر سے ایک حدیث روایت کی گئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ یہ چار باتیں جس شخص میں ہوں گی وہ منافق ہوگا۔ ایک تو یہ کہ اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔ دوسرے یہ کہ اگر وہ بات کرے تو جھوٹ بولے۔ تیسرے یہ کہ اگر وہ اقرار کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور دھوکے اور فریب سے کام لے۔ چوتھے یہ کہ اگر وہ کسی سے لڑے اور جھگڑے تو گالیوں پر اتر آئے۔

رہ حق العباد جن کے واجب ہونے کا سبب کوئی ایسا امر ہو جو شریعت کی رو سے مباح ہو اس میں خرید و فروخت۔ قرض۔ اجرت عاریت۔ امانت اور مہر وغیرہ سب معاملات شامل ہیں کہ ان حقوق کے پورا نہ کرنے میں بخشش اور مغفرت کا احتمال بہت کمزور ہے۔ چنانچہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "شہید کا ہر گناہ قرض کے سوا معاف ہو جائے گا"۔ اس حدیث کو مسلم نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ نیز آنحضرت نے فرمایا ہے کہ "قرض کے ادا کرنے میں اس وقت دیر کرنا جبکہ قرض ادا ہو سکتا ہو سخت ظلم ہے"۔ یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے اور ابو ہریرہ سے روایت کی گئی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک جنازہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کے سامنے نماز جنازہ کے لئے لا کر رکھا گیا۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ اس شخص کے ذمے جس کا یہ جنازہ ہے کسی شخص کا قرض ہے۔ یا نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس شخص کے ذمے کسی کا قرض نہیں ہے۔ آپ نے یہ سن کر جنازہ کی نماز پڑھی پھر ایک اور جنازہ آیا اسی غرض سے آیا کہ اس پر جنازہ کی نماز پڑھی جائے۔ جناب رسالت مآب نے اس شخص کی نسبت بھی جس کا وہ جنازہ تھا یہی سوال کیا کہ اس شخص کے ذمے کسی کا قرض آتا ہے یا نہیں لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ اس شخص کے ذمے قرض ہے آپ نے دریافت کیا اس نے کچھ روپیہ بھی چھوڑا ہے یا نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس نے ترکہ میں تین دینار چھوڑے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اس شخص کے جنازہ کی نماز پڑھا دی اس کے بعد ایک اور جنازہ آیا۔ آنحضرت نے پھر یہی سوال کیا کہ اس شخص کے ذمے قرض ہے یا نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہے۔ آپ نے دریافت کیا کہ اس نے ترکہ میں کچھ مال چھوڑا ہے یا نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں آپ نے صحابیوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ اس جنازہ کی نماز نہ پڑھو صحابیوں میں سے جو اس وقت موجود تھے ابو قتادہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس شخص کا قرض میرے ذمے ہے آپ جنازہ کی نماز سے اس کو محروم نہ رکھیں۔ یہ سن کر رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اس جنازہ کی نماز بھی پڑھا دی۔ اس حدیث کو امام بخاری

نے مسلم بن اکوعؓ سے روایت کیا ہے۔

امام البغوی نے اپنی کتاب شرح السنہ میں ابوسعید خدری سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کے سامنے ایک جنازہ آیا آپ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ جس شخص کا یہ جنازہ ہے اس کے ذمے قرض ہے یا نہیں لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ اس کے ذمّے قرض ہے۔ آپ نے پوچھا کہ قرض کی مقدار کے برابر اس نے اپنا ترکہ بھی چھوڑا ہے یا نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ پھر اس جنازہ کی نماز پڑھنی درست نہیں ہے اس وقت حضرت علیؑ مرتضیٰ موجود تھے انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ اس شخص کا قرضہ میں نے اپنے ذمے لیا۔ آپ جنازے کی نماز سے اس کو محروم نہ فرمائیں۔ یہ سن کر جناب رسالتمآب نے جنازہ کی نماز پڑھی پھر جناب امیر سے خطاب کر کے فرمایا کہ جس طرح تم نے اس مسلمان کو مواخذہ سے چھڑایا خدا تم کو بھی ہر طرح کی مصیبت سے محروم رکھے گا۔

ایک دفعہ ایک شخص رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے پوچھا کہ "یارسول اللہ کہ اگر میں خدا کے رستے میں اس طرح مارا جاؤں کہ میرا منہ میدان جنگ کی طرف ہو اور اس طرف میری پشت نہ ہو تو کیا میرے سب گناہ بخشدیئے جائیں گے۔ جناب سرور کائنات نے فرمایا کہ" ہاں تمہارے سب گناہ قرض کے سوا بخشدیے جائیں گے جبرئیل نے مجھ سے اسی طرح کہا ہے "

مہر کے ادا کرنے کے باب میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ "اے مسلمانو! عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی کے ساتھ دے ڈالو"۔ مزدوروں کی مزدوری ادا کرنے کے بارے میں رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ "اے مسلمانو! مزدور کو اس سے پہلے کہ اس کی پیشانی کا پسینا خشک ہو اس کی واجب مزدوری دے دیا کرو۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے ابن عمر سے ابو یعلی نے ابو ہریرہ سے طبرانی نے جابر سے ترمذی نے انس سے روایت کیا ہے۔

امانت کے ادا کرنے کے باب میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ اے مسلمانو! اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانت رکھنے والوں کی امانتیں جب وہ مانگیں ان کے حوالے کر دیا کرو"۔ خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کوئی شخص قرض کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو مگر اس کو ایسا موقع نہ ملا ہو اور وہ قرض کے ادا کرنے سے پہلے مر گیا ہو تو خداوند عالم سے امید ہے کہ قیامت کے دن وہ اس شخص کے قرض خواہوں کو راضی کرے گا۔ اور اس شخص کو بہشت میں داخل کرے گا۔ چنانچہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی کے ساتھ معاملہ کرے اور اس کے ذمے قرضہ ہو جائے پھر وہ اس کے ادا کرنے کا ارادہ کرے مگر ادا کرنے کا موقع نہ پائے اور اس کو پیام اجل آ پہنچے تو خداوند عالم اس کو معاف کرے گا۔ اور جس طرح چاہے گا قیامت کے دن اس کے قرضخواہوں کو راضی کر دے گا۔ مگر جو شخص کسی شخص کے ساتھ معاملہ کرے

اور اس کے ذمے قرضہ ہو جائے پھر وہ اس قرضہ کے ادا کرنے کی نیت دل میں نہ رکھتا ہو اور اسی حالت میں مرجائے تو قیامت کے دن خداوند عالم اس کے قرضخواہوں کو اس سے معاوضہ دلوائے گا۔" اس حدیث کو حاکم نے ابو امامہ سے روایت کیا ہے۔

طبرانی اور حاکم نے ابوامامہ سے ایک اور حدیث اسی مضمون کی روایت کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا ہے کہ "جو شخص قرض لے اور اس قرض کے ادا کرنے کی نیت دل میں رکھتا ہو اور اسی حالت میں مرجائے تو قیامت کے دن خدا فرمائے گا کہ میں اپنے بندہ کا حق لیتا ہوں۔ پھر مقروض کی کچھ نیکیاں قرضخواہ کو دی جائیں گی۔ اور اگر مقروض نے نیکیاں نہ کی ہوں گی تو قرضخواہ کے کچھ گناہ مقروض کو دلوائے جائیں گے۔

نیز طبرانی نے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ "قرض دو طرح کا ہے۔ ایک تو یہ کہ کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمے قرضہ ہو اور وہ اس کے ادا کرنے کی نیت بھی زندگی میں رکھتا ہو تو ایسے شخص کا کفیل میں ہوتا ہوں۔ میں قیامت کے دن اس کو بخشواؤں گا۔ اور خداوند عالم سے اس کا قرضہ ادا کراؤں گا۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمے قرضہ ہو اور اس کے ادا کرنے کی نیت زندگی میں نہ رکھتا ہو تو اس کی کچھ نیکیاں قیامت کے دن اس کے قرضخواہوں کو دلوادی جائیں گی۔ کیونکہ وہاں روپیہ

پیسہ کا معاملہ بالکل نہیں ہے "

وہ حقوق العباد جن کے واجب ہونے کا سبب خدا کی نافرمانی ہو مثلاً کسی شخص کو جان سے مار ڈالنا۔ یا اعضائے بدن میں سے کسی عضو کو قطع کر ڈالنا یا کسی کا مال زبردستی یا چوری سے لینا یا امانت میں خیانت کرنی۔ یا گالیاں دے کر کسی کی عزت پر حملہ کرنا وغیرہ ان حقوق کا ادا کرنا یہ ہے کہ مظلوم کا انتقام ظالم سے لیا جائے یا مظلوم کو ظالم سے مالی معاوضہ دلوایا جائے۔ یا مظلوم کو راضی کیا جائے۔ کیونکہ ان حقوق کے تلف کرنے کی حالت میں جب تک کہ مظلوم کو راضی نہ کیا جائے یا ظالم سے انتقام۔ یا معاوضہ نہ دلوایا جائے ظالم کے گناہ معاف ہونے اور اس کی مغفرت ہونی بہت دشوار ہے۔ چنانچہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ" اعمال نامے تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ اعمال نامے ہیں جن کی خداوند عالم بالکل پروا نہیں کرتا۔ دوسرے وہ اعمال نامے ہیں جن کا حساب پورا پورا لیا جاتا ہے۔ تیسرے وہ اعمال نامے ہیں جن پر مطلق معافی نہیں ہے۔ یہ تیسری طرح کے اعمال نامے مشرکوں کے ہیں۔ کیونکہ خدا شرک کو بالکل معاف نہیں کرتا۔ پہلی طرح کے اعمال نامے ان لوگوں کے ہیں جو نماز یا روزہ کو ترک کرتے اور ان حقوق کو جو انسان اور خدا کے درمیان ہیں تلف کر کے اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں۔ کیونکہ خدا جس کو چاہے گا ان حقوق میں معافی عطا کرے گا اور جس کو چاہے گا معافی نہ دے گا۔ دوسری طرح کے اعمال نامے ان

لوگوں کے ہیں جو آپس میں ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں۔ اور ان میں معاوضہ اور قصاص ضرور دلوایا جائے گا۔ اس حدیث کو حاکمؒ اور امام احمد بن حنبل نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے اسی مضمون کی حدیث طبرانی نے سلمانؓ سے اور بزار نے انسؓ سے روایت کی ہے۔

نیز جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ "اگر کسی نے کسی کا حق مارا ہو تو اس کو چاہئے کہ دنیا میں اس سے معافی مانگ لے کیونکہ قیامت کے دن روپیہ پیسہ کا معاملہ نہیں ہے۔ وہاں کا یہ دستور ہے کہ اگر ظالم نے دنیا میں نیکیاں بھی کی ہیں تو اس کی کچھ نیکیاں مظلوم کو دلوائی جائیں گی اور اگر اس نے نیکیاں نہیں کیں تو مظلوم کے کچھ گناہ اس کو دیدئے جائیں گے۔" اس حدیث کو امام بخاری نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

مسلم اور ترمذی نے ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ایک دفعہ صحابیوں سے پوچھا کہ "مفلس کسے کہتے ہیں؟" صحابیوں نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ مفلس وہ شخص ہے جو مال ومتاع نہ رکھتا ہو۔" آپ نے فرمایا کہ "نہیں۔ مفلس میری امت میں سے وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن میدان قیامت میں حاضر کیا جائے گا۔ اس نے روزے رکھے ہوں گے نمازیں پڑھی ہوں گی۔ زکوٰۃ ادا کی ہوگی۔ مگر اس کے ساتھ ہی کسی کو گالیاں

دے گا اس کی عزت پر حملہ کیا ہو گا کسی پر زنا کی تہمت لگائی ہو گی۔ کسی کا مال ناحق مار لیا ہو گا۔ کسی کو جان سے مار ڈالا ہو گا۔ اور کسی کو مارا پیٹا ہو گا۔ اس روز اس کو بٹھایا جائے گا۔ اور ہر ایک مظلوم کا عوض اس سے لیا جائے گا۔ اور وہ اس طرح کہ ہر ایک مظلوم کو اس کی کچھ کچھ نیکیاں دلوائی جائیں گی۔ جب اس کی ساری نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ مگر وہ تمام حقوق ادا نہ ہوں گے جو اس کے ذمے ہیں تو مظلوموں سے کچھ گناہ لئے جائیں گے اور اس کو دیئے جائیں گے۔ پھر وہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ "کوئی آدمی نہیں ہو گا جس نے اپنے غلاموں کو ناحق مارا ہو اور قیامت کے دن اس کا عوض اس سے نہ لیا جائے۔" اس حدیث کو بزار اور طبرانی نے عمارؓ اور ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ حاکم نے سلمانؓ اور سعیدؓ اور ابن مسعودؓ سے اور طبرانی نے ابو امامہ باہلیؓ اور ابو ہریرہؓ اور انسؓ سے بھی اسی مضمون کی حدیثیں روایت کی ہیں نیز ابراہیم سے روایت کی گئی ہے کہ "صحابہ اور تابعین کہا کرتے تھے کہ اگر کسی نے کسی کو کتا۔ یا سور یا گدھا کہہ کر پکارا ہے تو قیامت کے دن خداوند عالم اس سے پوچھے گا کہ اے میرے بندے! کیا میں نے آدمیوں کو کتا یا گدھا یا سور بنایا تھا کہ تو ان کو اس نام سے پکارا کرتا تھا۔

ذمیوں کے حقوق

جس طرح مسلمانوں پر ظلم کرنا اور ان کی حق تلفی کرنا حرام ہے اسی طرح ذمیوں پر ظلم کرنا اور ان کی حق تلفی کرنا بھی حرام ہے کیونکہ ان کی جان ومال اور عزت کی حفاظت کا اقرار خود رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کے اقرار کو توڑنا ہے۔ رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی ذمی پر زنا کی تہمت لگائے اور درحقیقت وہ اس الزام کے قابل نہ ہو تو قیامت کے دن اس کی پشت پر آگ کے کوڑے لگائے جائیں گے۔ اس حدیث کو طبرانی نے واثلہ بن اسقع سے روایت کیا ہے

نیز جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ "اے مسلمانو ہوشیار ہو جاؤ کہ جو شخص کسی ذمی پر ظلم کرتا یا اس کا حق مارتا یا اس سے اس کی طاقت سے زیادہ کام لیتا۔ یا اس سے کوئی چیز بغیر اس کی رضامندی کے لیتا ہے تو قیامت کے دن میں اس کا گریبان پکڑ دوں گا۔ اور اس سے جھگڑوں گا۔

واضح ہو کہ شرک کے سوا کوئی گناہ ہو اس کی سزا ضروری ہے مگر یہ سزا محدود ہوگی گو کہ بہت زیادہ اور شدید ہی کیوں نہ ہو۔ پس بموجب مضامین ان احادیث کے جو اوپر تحریر کی گئی ہیں بندوں کے حقوق بغیر سزا کے نہ چھوڑے جائیں گے۔ سزا کا طریقہ یہ ہوگا کہ مظلوموں کو ظالموں کی کچھ کچھ نیکیاں ملتی جائیں گی۔ یہاں تک کہ وہ نیکیاں ختم ہو جائیں گی۔ اگر اس پر مظلوموں کے حقوق پورے نہ ہوں گے تو مظلوموں

کے کچھ کچھ گناہ ظالموں کو ملتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ دوزخ میں ڈالدیئے جائیں گے۔ پھر دوزخ کے عذاب میں وہ اس وقت تک مبتلا رہیں گے جب تک کہ مظلوموں کی حق تلفیوں کا معاوضہ پورا پورا نہ ہو جائے پھر وہ بہشت میں داخل کئے جائیں گے کیونکہ آخر وہ مسلمان تھے۔ اور ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی تھی اور شریعت محمدی نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ایمان کا بدلہ یہ ہے کہ ایمان والے ہمیشہ جنت میں رہیں۔ مگر امام بیہقی نے لکھا ہے کہ ظلم اور حق تلفی کی شامت سے بعض دفعہ ایمان بھی سلب ہو جاتا ہے نعوذ باللہ خداوند عالم تمام مسلمانوں کو حق العباد پر قائم رکھے اور حق تلفی اور ظلم کے انجام سے محفوظ رکھے۔ کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے سے

مباش در پے آزار وہرچہ خواہی کن　　　که در شریعتِ ما غیر ازین گناہے نیست

یعنی شریعت محمدی میں بندوں کے حق تلف کرنے اور ان پر ظلم کرنے کی مانند کوئی گناہ نہیں ہے۔

مظلوموں کے حقوق

اگر کسی شخص نے لوگوں پر ظلم کیا ہو اور ان کے حقوق کو ضائع کیا ہو۔ مگر پھر ظلم کرنے اور حق تلفی کرنے سے توبہ کرلی ہو اور آئندہ ظلم کرنے اور حق تلفی کرنے سے باز رہا ہو۔ تاہم جو حق تلفیاں وہ پہلے کر چکا تھا ان کی تلافی کرنا اور مظلوموں کو راضی کرنا بھی اس کی طاقت سے باہر ہو تو اس حالت میں عجب نہیں کہ خداوند عالم قیامت کے

دن مظلوموں کو راضی کر دے اور اس کو ان حق تلفیوں کے سبب سے جو اس سے صادر ہو چکی تھیں دوزخ کی آگ میں نہ ڈالے چنانچہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "قیامت کے دن میری امت کے دو شخص خداوند عالم کے حضور میں آکر دو زانو بیٹھیں گے پھر ان میں سے ایک شخص عرض کرے گا کہ اے خدا اس میرے بھائی نے مجھ پر ظلم کیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کا بدلہ مجھے دلایا جائے۔ خداوند عالم اس دوسرے شخص سے خطاب کر کے فرمائے گا کہ اس ظلم کے بدلے میں جو تو نے اپنے بھائی پر کیا تھا کچھ اپنی نیکیاں اس کو دے ڈال۔ وہ شخص عرض کرے گا کہ میرے پاس تو نیکیاں باقی نہیں رہیں۔ یہ سن کر پہلا شخص عرض کرے گا کہ خدایا اگر اس کے پاس کچھ نیکیاں نہیں ہیں کہ مجھے دے ڈالے تو اس کو چاہئے کہ میرے کچھ گناہ اپنے ذمے لے لے تاکہ میرا کچھ بوجھ ہلکا ہو جائے۔ یہ الفاظ جب رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمائے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ قیامت کا دن نہایت سخت ہو گا۔ اس روز ہر شخص یہ چاہے گا کہ کوئی اس کے گناہوں کو اپنے ذمے لے لے۔ مظلوم شخص کی عرض سن کر خداوند عالم اس سے خطاب کر کے فرمائے گا کہ ذرا اپنا سر اٹھا اور بہشت کی طرف دیکھ وہ سر اٹھا کر اس طرف دیکھے گا۔ پھر عرض کرے گا کہ میں چاندی اور

سونے کی اونچی اونچی عمارتیں دیکھ رہا ہوں جو موتیوں سے مرصع ہیں۔ یہ کہہ کر وہ تعجب سے پوچھے گا کہ خدایا یہ عالیشان اور زرنگار مکان کسی نبی کے لئے ہیں یا کسی صدیق کے لئے۔ یا کسی شہید کے لئے۔ خداوند عالم فرمائے گا کہ یہ سب اُس کے لئے ہیں جو ان کی قیمت ادا کرے۔ وہ عرض کرے گا کہ اے پروردگار ان کی قیمت کون ادا کر سکتا ہے۔ خداوند عالم فرمائیگا کہ ان کی قیمت تو خود ادا کر سکتا ہے۔ وہ عرض کرے گا کہ اے پروردگار میں ان کی قیمت کیونکر ادا کر سکتا ہوں۔ خداوندعالم فرمائے گا کہ ان کی قیمت یہ ہے کہ تو اپنے اس بھائی کی خطا معاف کر دے اور جو حق تیرا اس کے ذمے ہے اس سے درگزر کرے۔ وہ خوش ہو کر عرض کرے گا کہ اے پروردگار میں نے اپنے اس بھائی کو معاف کر دیا۔ خداوند عالم فرمائے گا کہ اگر یہ بات ہے تو اِس اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے اور اس کو اپنے ساتھ جنّت میں لے جا۔ یہ فرما کر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد کیا کہ اے مسلمانو! خدا سے ڈرو اور آپس میں صلح رکھو۔ کیونکہ خود پروردگار عالم بھی قیامت کے دن اپنے ایمان والے بندوں میں صلح کرائے گا۔" اس حدیث کو حاکم اور بیہقی اور سعید بن منصور نے انسؓ سے روایت کیا ہے

نیز جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ جب قیامت کے دن جنتی جنت میں داخل ہو لیں گے اور دوزخی یعنی کافر دوزخ میں ڈال دئیے جائیں گے تو ایک فرشتہ بلند آواز سے کہے گا کہ اے لوگو! تم ایک دوسرے کے حق بخشدو اور تمہارا ثواب پروردگار عالم خود اپنے ذمے لیتا ہے۔" اس حدیث کو طبرانیؒ نے انسؓ اور ام ہانیؓ سے روایت کیا ہے

امام غزالی فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں ان لوگوں کے حق میں جو ظلم کرنے اور حق تلفی کرنے سے توبہ کرلیں اور آئندہ اس سے باز رہیں اور ایسے ہی لوگ توبہ کرنے والے کہلا سکتے ہیں جن کے حق میں پروردگار عالم نے خود فرمایا ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں کی خطائیں معاف کرنے والا ہے قرطبی نے کہا ہے کہ امام غزالی کی تاویل نہایت عمدہ ہے اور اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ سب آدمی بخشے نہیں جائیں گے۔ ورنہ کوئی شخص بھی دوزخ میں داخل نہ ہوتا۔

اس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے پر ظلم کرے اور اس کی جان۔ یا آبرو۔ یا مال پر دست درازی کرے کو مظلوم کو ظالم سے انتقام لینے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

جتنا ظلم ہوا ہے اگر اتنا ہی بدلہ لیا جائے تو جائز ہے اور اگر اس سے زیادہ انتقام لیا جائے تو حرام ہے۔ اور اگر بدلہ بالکل نہ لیا جائے تو بہت زیادہ مناسب اور بہتر ہے۔ چنانچہ پروردگار عالم اپنے کلام مقدس میں فرماتا ہے کہ "اے مسلمانو! جو شخص تم پر کسی طرح کی زیادتی کرے تو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے ویسی ہی زیادتی تم بھی اس پر کرو اور زیادتی کرنے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور جانے رہو کہ اللہ انہیں کا ساتھی ہے جو اس سے ڈرتے رہتے ہیں"۔ ایک اور جگہ اسی طرح ارشاد فرمایا ہے کہ "اے مسلمانو! اگر تم سختی کرو تو ویسی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی ہے۔ اور اگر لوگوں کی زیادتیوں پر صبر کرو تو بہرحال صبر کرنے والوں کے حق میں صبر کرنا بہتر ہے"۔ ایک اور جگہ پروردگار عالم یوں ارشاد فرماتا ہے کہ "برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے اس پر بھی جو شخص معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے بیشک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ہاں اگر کسی پر ظلم ہوا ہو اور وہ اس ظلم کے بعد بدلہ لے تو یہ لوگ معذور ہیں اور ان پر کوئی الزام نہیں الزام تو بس انہیں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق دنیا میں لوگوں پر زیادتی کرتے رہتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو دردناک عذاب میں مبتلا ہوں گے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جو شخص صبر کرے اور دوسرے کی خطا بخش دے تو یہ بڑا ہمت کا کام ہے اس مضمون کو شیخ سعدی شیرازی نے کیا ہی اچھی طرح ادا کیا ہے۔

اگر مردی اَحْسِنْ اِلیٰ مَنْ اَسَا　　بدی را بدی سہل باشد جزا

حُسنِ اخلاق

خداوند عالم نے رسول خدا (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے حق میں ارشاد فرمایا ہے کہ" اے پیغمبر تمہارے اخلاق بے شک اعلیٰ درجہ کے ہیں" پھر ایک جگہ فرمایا ہے کہ" اے پیغمبر یہ بھی اللہ کا بڑا ہی فضل ہے کہ تم ان لوگوں کو نرم دل سزاوار ملے ہو اور خدانخواستہ تم مزاج کے اکھڑ اور سنگ دل ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے کبھی کے تتر بتر ہو گئے ہوتے۔ تو تم اپنی جبلی عادت کیوں چھوڑو۔ ان کے قصور معاف کر دو اور خدا سے بھی ان کے گناہوں کی معافی چاہو اور صلح و جنگ کے معاملات میں بدستور سابق ان کو شریک مشورہ کر لیا کرو۔

نیز خداوند عالم اپنے خاص بندوں کے حق میں یوں ارشاد فرماتا ہے کہ" خدا کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی کے ساتھ چلیں اور جب جاہل ان سے جہالت کی باتیں کرنے لگیں تو ان کو سلام کریں اور الگ ہو جائیں۔

رسول خدا (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے فرمایا ہے کہ جو شخص نرمی اور ملائمت سے محروم ہے یعنی جس شخص کے اخلاق میں نرمی اور ملائمت نہیں ہے وہ ہر چیز سے محروم ہے"۔ اس حدیث کو مسلم نے جریر سے روایت کیا ہے۔ نیز جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ" اے مسلمانو! تم میں سب سے زیادہ عزیز میرے نزدیک وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق

اچھے ہیں۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے اور عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ ابوداؤد نے ایک حدیث بیان کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ "جو مسلمان عمدہ اخلاق رکھتا ہو وہ اپنے اخلاق کے سبب سے اس مسلمان کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جو رات بھر نماز پڑھتا اور دن کو روزہ رکھتا ہے"۔ نیز جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق کی خوبیوں کو کمال کے درجے پر پہنچا دوں"۔ اس حدیث کو امام مالک نے موطا میں اور امام حنبل نے اپنی مسند میں ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے

ابونعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں ابوہریرہؓ سے ایک حدیث روایت کی ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ "جو شخص خدا کے لئے تواضع اور فروتنی سے لوگوں کے ساتھ پیش آتا ہے۔ خدا اس کے مرتبہ کو بلند کرتا ہے"۔ ایک حدیث قدسی کا مضمون یہ ہے کہ "بزرگی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے۔ پس جو کوئی ان دونوں صفتوں میں مجھ سے ہمسری کا دعویٰ کرے گا اور جھگڑے گا میں اس کو دوزخ کی دہکتی آگ میں ڈالوں گا"۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو ابن عباسؓ سے بھی روایت کیا ہے حاکم نے جو اس حدیث قدسی کو ابوہریرہ

نے روایت کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ "عظمت میری چادر ہے تو جو کوئی میری چادر کھینچے گا میں اس کو ہلاک کر دوں گا۔"

دادیم ترا ز گنجِ مقصود نشاں   گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

پروردگار عالم ہم تمام مسلمانوں کو وہ خصلتیں اور عادتیں عنایت فرمائے جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔

رسالۂ
سماع ومزامیر

تصنیف :- قاضی ثناء اللہ پانی پتی
ترجمہ :- وحید الدین سلیم پانی پتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب سے اوّل قرآنِ مجید کی وہ آیتیں اور حدیثیں بیان کی جاتی ہیں جن سے گانے اور بجانے کی حُرمت ثابت ہوتی ہے۔ ایک حدیث **ابن عباسؓ** سے روایت کی گئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ **نضر بن حارث** نے ایک کنیز مول لی تھی جس کو گانے اور بجانے میں مہارت تھی۔ جب کسی کی نسبت وہ یہ بات سنتا تھا کہ اس کا ارادہ مسلمان ہونے کا ہے تو اس کو اپنی کنیز کے پاس لے جاتا تھا اور اس سے کہتا تھا کہ محمدؐ نماز۔ روزہ اور جہاد کا حکم دیتے ہیں۔ ان کی بات ماننے سے تو یہ بہتر ہے کہ تو اس کنیز کا گانا سنا کرے اس واقعہ پر قرآنِ مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔ وَمِنَ النَّاسِ مَن یَّشتَرِی لَھوَ الحَدِیثِ لِیُضِلَّ عَن سَبِیلِ اللّٰہِ بِغَیرِ عِلمٍ وَّیَتَّخِذَھَا ھُزُوًا اُولٰٓئِکَ لَھُم عَذَابٌ مُّھِینٌ۔ یعنی لوگوں میں کوئی ایسا نالائق بھی ہے جو قرآن کے ہوتے لہو و بازی کی باتوں یعنی راگ سننے کو اختیار کر لیتا ہے۔ تا کہ لوگوں کو بے سمجھے بوجھے خدا کے رستے سے بھٹکائے اور آیات

الٰہی کی ہنسی اڑلئے۔ یہی ہیں جن کو قیامت کے دن ذلت کی سزا ہونی ہے" اس حدیث کو ابن جریر نے بطور اس آیت کی شان نزول کے بیان کیا ہے۔ نیز امام بغوی نے ابو سلمہؓ سے ایک اور حدیث روایت کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "گانے والی عورتوں کو تعلیم دینا حلال نہیں ہے اور ان کی خرید فروخت کرنا بھی حرام ہے اسی باب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ومن الناس من یشتری الخ" علاوہ ازیں ایک اور حدیث ہے جس سے گانے بجانے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اور اس کا مضمون یہ ہے کہ "جو شخص گانا شروع کرتا ہے اور اپنی آواز گانے میں بلند کرتا ہے خداوند عالم دو شیطان اس پر متعین کرتا ہے۔ جن میں سے ایک شیطان اس کے ایک شانہ پر اور دوسرا دوسرے شانہ پر ہوتا ہے۔ پھر وہ دونوں شیطان اس کو لاتوں سے مارتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ خاموش ہو جاتا ہے۔

امام مکحول کہا کرتے تھے کہ جو مسلمان گانے اور بجانے والی کنیز خرید کرے اور مرتے دم تک اس کا گانا سنتا رہے میں اس کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھوں گا کیونکہ خداوند عالم صاف صاف فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَن یَّشتری الخ

صحابہ اور تابعین میں سے عبداللہ بن مسعودؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ حسن بصریؒ۔ عکرمہؒ۔ مجاہدؒ۔ سعید بن جبیرؓ (رضی اللہ عنہم) فرماتے ہیں کہ لہو الحدیث کے لفظ سے جو اس آیت میں ہے گانا بجانا مراد ہے ابو الصہبا بکری نے جب ابن مسعود سے اس آیت کے معنے پوچھے تو انھوں نے تین دفعہ خدا کی قسم کھا کر کہا کہ اس حدیث میں لہو الحدیث سے گانا بجانا مراد ہے۔ ابن جریج نے اس لفظ سے نقارہ مراد لی ہے

مگر مقاتل اور کلبی نے اس حدیث کو جو ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے اس شکل میں بیان کیا ہے کہ "نضر بن حارث بن کلدہ سوداگری کی غرض سے یمن کو جایا کرتا تھا اور وہاں سے ایران کے قصے خرید لاتا تھا۔ پھر قریش سے کہتا تھا کہ اگر محمد تم کو عاد اور ثمود کے قصے سناتے ہیں۔ تو میں تم کو شاہانِ عجم اور رستم و اسفندیار کی داستانیں سنا سکتا ہوں۔ کفار قریش اس کے قصوں کو سنتے اور سر دھنتے تھے اور قرآن مجید کے سننے پر توجہ نہیں کرتے تھے اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی و من الناس من یشتری الخ"

تفسیر مظہری میں ہم نے اس آیت کی شرح میں لکھا ہے کہ اگرچہ مفسروں نے اس آیت کی شانِ نزول بیان

کرتے وقت لہو الحدیث کے لفظ سے گانا بجانا یا شاہان عجم کے قصے مراد لیے ہیں مگر اصلی بات یہ ہے کہ لہو الحدیث کا لفظ عام ہے۔ اور اصول کے لحاظ سے لفظ کے عام ہونے کا خیال کیا جائے گا۔ نہ موقع کی خصوصیت کا۔ اسی وجہ سے قتادہؓ نے بیان کیا ہے کہ یہ لفظ ہر ایک کی طرح کی بیہودہ اور فضول بات پر حادی ہے۔

ابوہریرہؓ سے ایک حدیث روایت کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے کتے کو بیچ کر اس کی قیمت حاصل کرنے اور گانے کی اجرت لینے سے منع کیا ہے۔ اس حدیث میں جس لفظ کا ترجمہ گانا کیا گیا ہے اس کے معنے بعض اہل لغت نے زناکار عورت کے لئے ہیں جیسا کہ کتاب نہایہ الجزری میں ہے۔

ابن ماجہ نے ایک حدیث بیان کی ہے۔ اس کی تصحیح ابن حبان نے کی ہے اور اصل حدیث صحیح بخاری میں ہے اس کا مضمون یہ ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) سے ابن مالک اشعریؓ نے سنا ہے کہ میری اُمت کے لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام شراب نہیں رکھیں گے۔ اور ان کے سروں پر باجے بجائے جائینگے اور گانے والی عورتیں راگ گائینگی۔ ان کو خدا زمین میں

دھسا دے گا اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دے گا۔"

جامع ترمذی میں ایک حدیث ہے جو حضرت علیؓ سے روایت کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب سرور کائنات نے ایک دفعہ فرمایا کہ "جب میری امت کے لوگوں میں پندرہ خصلتیں پیدا ہو جائیں گی تو ان پر آسمان سے بلا نازل ہو گی۔" لوگوں نے پوچھا کہ "یا رسول اللہ وہ کون سی خصلتیں ہیں؟" آپ نے فرمایا کہ "جب لوگ مال غنیمت کو اپنا مال سمجھ کر جمع کریں گے اور موافق شرع کے غازیوں کو تقسیم نہیں کریں گے اور اگر لوگوں کے پاس امانت رکھوائیں گے تو وہ اس امانت کو خورد برد کریں گے۔ اور زکوٰۃ دینے کو تاوان سمجھیں گے اور اپنی بیویوں کی اطاعت کریں گے اور ماؤں کی نافرمانی کریں گے اور اپنے یاروں اور دوستوں کے ساتھ بھلائی کریں گے اور اپنے باپوں کے ساتھ سختی سے پیش آئیں گے اور مسجدوں میں شور و غل کی آوازیں بلند ہوں گی اور لوگوں کے سردار وہ ہوں گے جو دین اور اخلاق کے لحاظ سے رذیل ہوں گے اور لوگوں کی تعظیم اس خیال سے کی جائے گی کہ ان سے کوئی تکلیف نہ پہنچے اور شراب پی جائے گی اور خانگی

ریشمی کپڑے پہنے جائیں گے اور گانے والی عورتیں رکھی جائیں گی اور باجے بجائے جائیں گے اور میری امت کے پچھلے آدمی اگلے آدمیوں پر لعنت کریں گے تو اس وقت منتظر رہنا چاہیے کہ سرخ رنگ کی ایک آندھی چل پڑے زمین دھس جائے اور لوگوں کی صورتیں بدل جائیں۔" اس حدیث میں کیا عجب ہے کہ سرخ آندھی سے خونریزی مراد ہو اور زمین کے دھسنے سے لوگوں کا دوزخ کی تہ میں جانا مراد ہو اور صورتوں کے بدل جانا کا یہ مطلب ہو کہ ان کی سیرتیں بدل جائیں گی اور ان کے باطن تیرہ وتار ہو جائینگے

ابن ہمام نے ایک حدیث اس مضمون کی بیان کی ہے کہ "خدا نوحہ کرنے والی اور گانے والی عورتوں پر لعنت کرتا ہے۔"

ابن ہمام نے ایک اور حدیث بیان کی ہے جو ابوامامہ سے روایت کی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں کہ "خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا ہے کہ میں اہل دنیا کے لئے رحمت ہوں اور مجھے حکم دیا ہے کہ باجوں کو دنیا سے محو کر دوں۔" اس حدیث میں باجوں کے لئے دو لفظ **معازف** اور **مزامیر** آئے ہیں **معازف** ان باجوں کو کہتے ہیں جو ہاتھ۔ یا لکڑی وغیرہ سے بجائے

جاتے ہیں۔ مثلاً دف۔ ڈھول۔ نقارہ۔ طنبورہ وغیرہ اور مزامیر ان باجوں کو کہتے ہیں جو پھونک کر بجائے جاتے ہیں۔ مثلاً بانسری۔ نفیری۔ شہنائی وغیرہ۔

علاوہ ازیں جو آیتیں اور حدیثیں لہو ولعب کے حرام پر دلالت کرتی ہیں ان سے گانے اور بجانے کی حرمت بھی ثابت ہوتی ہے۔ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ "مسلمانوں کے لئے تین طرح کی لہو بازی کے سوا سب حرام ہیں۔ ایک تو گھوڑے کو سدھانا۔ دوسرے تیراندازی کی مشق کرنا۔ تیسرے اپنی عورت کے ساتھ لہو بازی کرنا"۔

نیز پروردگار عالم فرماتا ہے کہ "اے مسلمانو! ایسا نہ ہو کہ مال و دولت اور اولاد تم کو خدا کی یاد سے غافل کردے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ قیامت کے دن زیاں کاروں میں ہوں گے"۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ جو چیز انسان کو **فرائض** اور **واجبات** سے غافل کرتی ہے وہ حرام ہے اور جو چیز کسی **سنت موکدہ** کے ادا کرنے سے باز رکھتی ہے وہ **مکروہ تحریمی** ہے اور جو چیز **نوافل** اور **ذکر دوام** سے باز رکھتی ہے **مکروہ تنزیہی** ہے اس میں شک نہیں کہ ان باتوں میں انسان کی عمر اور اس کا بیش قیمت وقت ضائع ہوتا ہے۔ خداوند عالم نے انسان کو

کو اپنی معرفت اور عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ "ہم نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ ہماری عبادت کریں"۔ اور ایک جگہ فرماتا ہے کہ "لوگو! کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث اور بے کار پیدا کیا ہے۔ نیز جناب سرور کائنات نے فرمایا ہے کہ "قیامت کے دن وہ لوگ جو بہشت میں داخل ہوں گے اس گھڑی پر افسوس کریں گے جس میں وہ خدا کی یاد سے غافل رہے تھے"۔ اس حدیث کو **طبرانی** نے **معاذ بن جبل** سے روایت کیا ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ گانا سننے کی لے شراب پینے کی لے کی طرح رفتہ رفتہ بڑھ جاتی ہے اور اس وقت انسان فرائض کو ترک کر دیتا ہے وہ لوگ جو اجرت پر گاتے پھرتے ہیں فاسق ہیں اور فاسقوں کی صحبت میں بیٹھنا کسی طرح روا نہیں ہے۔ نیز گانے کی اجرت دینی حرام ہے اس لئے کہ اس میں انسان کا مال بیجا طور پر ضائع ہوتا ہے اور خداوند عالم نے ان لوگوں کو جو اپنے مال کو بیجا طور پر صرف کرتے ہیں **اخوان الشیاطین** کہا ہے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم) نے بھی گانے کی اجرت کو مثل شراب کی قیمت کے حرام بتایا ہے۔ اور حرام کھانا اور کھلانا دونوں یکساں ہیں جیسے سود کھانا اور کھلانا۔

اب ہم ان حدیثوں کو بیان کرتے ہیں جن سے بعض قسم کا گانا اور بجانا مباح اور جائز ثابت ہوتا ہے ربیع بنت مسعودؓ کہتی ہیں کہ "جب میرا نکاح ہوا اور میں اپنے شوہر کے مکان میں گئی تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میرے سرہانے بہت قریب آکر بیٹھے۔ نوجوان عورتوں نے جو شادی کی تقریب سے جمع ہوگئی تھیں دف بجانا اور گانا شروع کیا اور جنگ بدر میں ہمارے جو بزرگ شہید ہوگئے تھے ان کا ذکر خیر کرنے لگیں۔ یکایک ایک لڑکی نے اس مضمون کا گیت شروع کیا کہ ہمارے درمیان ایک پیغمبر ہیں جو آئندہ ہونے والی باتوں کو جانتے ہیں یہ سنکر جناب سرور کائنات نے فرمایا کہ خبردار یہ نہ کہو۔ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہونے والا ہے" اس حدیث کو امام بخاری اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے۔

صحیح بخاری میں ایک اور حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے۔ کہ "ایک عورت کا نکاح انصار میں سے ایک شخص کے ساتھ ہوا۔ جب وہ عورت اپنے شوہر کے مکان پر بھیجی گئی تو رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اس عورت کے گھر والوں سے فرمایا۔ کیا کوئی گانے والی عورت

نہ تھی جو رخصت کے وقت دولھا کے مکان پر جاتی حالانکہ انصار گانا سن کر بہت خوش ہوتے ہیں۔"

جامع ترمذی میں ایک حدیث ہے جو حضرت عائشہؓ سے روایت کی گئی ہے۔ اس کا مضمون یہ ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ "نکاح مسجدوں میں کرو اور اس کا اعلان کیا کرو اور اس کی خوشی میں دف بجایا کرو۔"

صحیح ابن حبان میں ایک اور حدیث حضرت عائشہؓ سے روایت کی گئی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ "میرے پاس ایک لڑکی انصار میں سے تھی جب میں نے اس کی شادی کرائی تو رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اس موقع پر گانا کیوں نہیں ہوتا۔ انصار لوگ گانے کو بہت پسند کرتے ہیں۔"

ابن ماجہ نے اس حدیث کو اس طرح بیان کیا ہے کہ "حضرت عائشہ نے ایک لڑکی کی شادی کرائی جو قبیلہ انصار سے تھی اور ان کے عزیزوں میں سے تھی جب وہ رخصت کی گئی تو رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے گھر میں تشریف لاکر پوچھا۔ کیا لڑکی کو رخصت کر دیا؟ گھر والوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ

لڑکی رخصت کر دی گئی۔ یہ سن کر جناب سرورِ کائنات نے دریافت کیا کہ تم نے اس کے ساتھ کسی گانے والی کو بھی بھیجا یا نہیں گھر والوں نے عرض کیا کہ نہیں کوئی گانے والی نہیں بھیجی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ انصار تو گانے کو بہت پسند کرتے ہیں۔ کاش تم لڑکی کے ساتھ کسی گانے والی کو بھیجتے جو اس طرح گا کر ان کو خوش کرتی اتیناکم فحیانا وحیاکم یعنی ہم تمہارے پاس آئے ہیں یہ شادی ہم کو بھی مبارک ہو اور تم کو بھی" یہ مصرع عربی شعر کا جو اس حدیث میں آیا ہے بالکل اسی مضمون کا ہے جس مضمون کی مبارک باد اس ملک میں شادیوں کے موقع پر گائی جاتی ہے

عامر بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ قرظہ بن کعب اور ابو منصور انصاری کے ہاں ایک شادی کی مجلس میں شریک ہوا جہاں لڑکیاں شادی کے راگ گا رہی تھیں۔ میں نے قرظہ بن کعب اور ابو منصور سے خطاب کر کے کہا کہ اے رسول خدا کے صحابیو اور اے جنگ بدر میں شریک ہونے والو یہ کیا حال ہے۔ انھوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو بیٹھ جاؤ اور تم بھی سنو اور اگر چاہو تو چلے جاؤ کیونکہ شادی کی

مجلس میں رسولِ خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے گانے کی اجازت دی ہے

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد بزرگوار تشریف لائے۔ اس وقت دو لڑکیاں میرے پاس بیٹھی گا رہی تھیں اور یہ زمانہ **ایام تشریق** کا تھا رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) اس وقت چادر میں منہ لپیٹے سو رہے تھے میرے والد بزرگوار نے ان لڑکیوں کو دھمکایا اور کہا کہ یہ شیطانی آواز رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کے قریب کیسی؟ آنحضرت نے اپنے روئے مبارک سے چادر ہٹا کر فرمایا کہ اے **ابوبکرؓ** یہ عید کے دن ہیں۔ ان لڑکیوں کو انہیں کے حال پر چھوڑ دو"

ابن ماجہ نے اس موقع پر یہ الفاظ لکھے ہیں کہ "آنحضرت نے فرمایا کہ ہر ایک قوم میں ایک عید ہوتی ہے یہ ہماری عید ہے" **حضرت ابوبکرؓ** کا منع کرنا گانے کی حرمت پر دلالت کرتا ہے اور رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کے فرمانے سے عید کے دن گانے کی اجازت پائی جاتی ہے۔

عمر نے اپنے باپ **شعیب** سے اور اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ رسول خدا (صلے

علیہ وسلم) کی خدمت کی ایک عورت حاضر ہوئی اور اس
نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے منت مانی تھی کہ ایک
دن آپ کے حضور میں دف بجاؤں گی۔ آپ نے فرمایا اچھا
اپنی منّت پوری کر" یہ حدیث **سنن ابی داؤد** میں ہے
اس حدیث سے پایا جاتا ہے کہ اگر گانے کی منت مان
لی گئی ہو تو اس کا پورا کرنا جائز ہے حالانکہ **صحیح مسلم**
میں ایک حدیث اس مضمون کی ہے کہ "جس منت کے ماننا
میں خدا کی نافرمانی ہوتی ہو اس کو پورا کرنا نہیں چاہئے"
سنن ابن ماجہ میں **انسؓ** سے روایت کی گئی
ہے کہ جب رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں
تشریف لائے اور **بنی نجار** کے محلہ میں مقیم ہوئے تو
بہت سی لڑکیاں یہ راگ گانے لگیں۔

نحن جوار من بنی نجار
یا حبذا محمدًا من جار

یعنی ہم قبیلہ بنی نجار کی لڑکیاں ہیں۔ کیا اچھی بات ہے
کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہمارے ہمسائے ہوئے ہیں۔ رسول
خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے یہ راگ سن کر فرمایا کہ اے
بنی نجار کی لڑکیو! خدا جانتا ہے کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں"
امام بیہقی نے **حضرت عائشہؓ** سے روایت کی

روایت کی ہے کہ "جب رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں تشریف لائے تو عورتیں اور لڑکیاں اور بچے یہ راگ گاتے تھے ۔ مطلع ۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع — وجب الشکر علینا ما دعیٰ للّٰہ داع

ایھا المبعوث الینا جئت بالامر المطاع

یعنی ثنیتہ الوداع کی پہاڑیوں سے چاند نے ہم پر طلوع کیا ہے جب تک لوگ خدا سے دعا مانگتے ہیں ہم پر اس کا شکر واجب ہے ۔ اے وہ کہ خدا کی طرف سے ہماری طرف ایسا حکم دے کر بھیجا گیا ہے جس کی اطاعت کی جائے گی ۔

امام احمد بن حنبل نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ جب رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) مدینہ میں جلوہ افروز ہوئے تو حبشیوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی میں اپنے ہتھیاروں کے کرتب دکھائے "

امام احمد بن حنبل اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے محمد بن حاطبؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حلال اور حرام کے درمیان فرق شادی میں گانا اور دف بجانا ہے "۔

حضرت عمرؓ ایک اور دفعہ چلے جا رہے تھے کہ

رہتے ہیں انھوں نے گانے کی آواز سنی۔ انھوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے لوگوں نے کہا کہ یہاں ختنہ کی تقریب ہے یہ جواب سن کر حضرت عمرؓ خاموش ہو رہے۔

امام محمد نے سیر کبیر میں لکھا ہے کہ حضرت انسؓ ایک دفعہ اپنے بھائی کے پاس گئے اس حال میں کہ وہ کوئی راگ گا رہے تھے۔

امام محمد غزالی رحمۃ اللہ جو بہت بڑے شافعی المذہب عالم ہو کر گزرے ہیں اپنی کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ خوشی کے اوقات میں (اگر وہ خوشی مباح ہو) گانا خوشی بڑھانے اور دل بہلانے کے لئے مباح ہے۔ مثلاً عید کے دن میں شادی کے دلوں کسی شخص کے پردیس سے آنے کی خوشی میں ولیمہ کے دن۔ عقیقہ کے دن۔ بچہ پیدا ہونے کی خوشی میں۔ ختنہ کے موقع پر۔ قرآن مجید کے حفظ کرنے کی خوشی میں۔ لڑکوں کو مکتب میں بٹھانے اور بسم اللہ شروع کرنے کی خوشی میں۔

کتاب ہدایہ میں لکھا ہے کہ جو شخص ولیمہ۔ یا دعوت میں بلایا جائے اور وہاں گانا بجانا۔ یا لہو ولعب ہو رہا ہو تو کھانے میں شریک ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو ایسے موقعوں میں شریک ہونا

ہونا پڑا ہے اور میں نے تحمل کیا ہے۔ یہ اس حالت میں ہے کہ ایسی مجلسوں میں شریک ہونے والا مقتدا نہ ہو۔ اگر مقتدا ہو اور منع کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کو چاہیے کہ کہ باہر چلا جائے اور وہاں نہ بیٹھے کیونکہ اس میں دین محمدی کی توہین ہوتی ہے اور اس سے مسلمانوں پر گناہوں کا دروازہ کھلتا ہے **امام ابو حنیفہ** رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے کہ میں ایسے موقعوں میں شریک ہوا ہوں اور میں نے تحمل کیا اس کا سبب یہ ہے کہ امام صاحب اس وقت مقتدا نہ تھے اگر گانا عین کھانے کی مجلس میں ہو رہا ہو تو وہاں بیٹھنا لازم نہیں ہے۔ اگرچہ اس مجلس میں شریک ہونے والا مقتدا نہ ہو۔ یہ ساری تفصیل اس وقت کے لئے ہے جبکہ ایسی مجلسوں میں شریک ہونے سے پہلے اس بات کا علم نہ ہو کہ وہاں گانا۔ یا لہو ولعب ہو رہا ہے اور اگر پہلے سے علم ہو جائے تو وہاں ہرگز نہ جانا چاہیئے کیونکہ اس حالت میں دعوت کا حق دعوت میں جانے والے کے ذمے نہیں ہے۔ برخلاف اس وقت کے جب کہ بے خبری کی حالت میں شریک دعوت ہو۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ ساری لہو ولعب حرام ہیں۔ نیز **امام ابو حنیفہ** رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ باتیں حرام نہ ہوتیں

تو وہ کبھی نہ فرماتے کہ مجھے کئی بار ایسے موقعوں پر جانا پڑا ہے اور میں نے مجبوراً صبر کیا ہے۔

کتاب **منتقی** میں ہے کہ باجوں کا بجانا اور ان کی آواز سننا حرام ہے **فتاوی کبیری** میں لکھا ہے کہ نقارہ بجانا اور اس کی آواز سننا حرام ہے۔ کیونکہ یہ لہو و بازی میں داخل ہے مگر جنگ کے نقاروں اور سفر کے نقاروں کا بجانا اور ان کی آواز سننا مباح ہے کیونکہ جنگ کے نقاروں کے بجانے سے غازیوں کو آگاہ کرنا اور سفر کے نقاروں کے بجانے سے سفر کے ساتھیوں کا آگاہ کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ اور یہ دونوں باتیں عبادت میں داخل ہیں اور حکومت پر مبنی ہیں۔ اس لئے لہو و لعب میں داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ لہو و لعب انہیں چیزوں کو کہتے ہیں۔ جن سے کوئی فائدہ نہ ہو **تفسیر بیضاوی** میں صاف صاف لکھا ہے کہ **لہو** ایسے کام کو کہتے ہیں جن کا ذکر کرنا اچھا نہ ہو اور **لعب** ایسی بات سے خوشی حاصل کرنے کو کہتے ہیں جس سے خوشی حاصل کرنا درست نہیں ہے **قاموس** میں لکھا ہے کہ **لہو و لعب** اس بات کو کہتے ہیں جو جد کے خلاف ہو اور جد مفید بات کو کہتے ہیں۔ **نہایہ** میں لکھا ہے کہ لہو و لعب ایسی باتوں کو کہتے ہیں جن میں آدمی مشغول ہو کر مفید

اور کار آمد باتوں سے غافل اور بے پروا ہو جائے عربی زبان کے دیگر لغات میں لکھا ہے کہ **لعب** اس کام کے کرنے کو کہتے ہیں جس کے ذکر کرنے سے کوئی اصلی اور صحیح مقصد حاصل نہ ہوتا ہو۔

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہم نقل کر چکے ہیں جو شافعی مذہب کے بہت بڑے عالم ہو کر گزرے ہیں اور جو حدیثیں خاص خاص موقعوں پہ لگانے اور بجانے کو جائز ثابت کرتی ہیں اور **امام غزالی** کے قول کی تائید میں ہیں ان کو بھی ہم لکھ چکے ہیں۔ علمائے حنفیہ کے نزدیک گانا اور ہر قسم کے باجوں کی آواز سننا مطلقاً حرام ہے۔ مگر شادی کے وقت دف بجانا اس غرض سے کہ اس شادی کی شہرت ہو اور کوچ کرنے کے وقت ڈھول یا نقارہ بجانا اس غرض سے کہ قافلے کے لوگ خبردار ہو جائیں اور جنگ کرنے کے وقت نقارہ بجانا اس غرض سے غازی خبردار ہو جائیں اور لڑائی پر کمر باندھ لیں ان کے نزدیک مباح ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا لہو میں داخل نہیں ہے، بلکہ سراسر حکمت اور فائدہ پر مبنی ہے۔ اور اس کے سوا خوشی کے دیگر موقعوں پر اور عید کے دن اور دلیمہ کے دن جائز نہیں ہے۔

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ولیمہ اور ختنہ وغیرہ کی رسموں کے موقع پر خوشی بڑھانے کے لئے عید کے دن اور کسی کے سفر سے واپس آنے کی خوشی میں گانا اور دف وغیرہ کا بجانا مباح ہے اور اس کی بنیاد ان حدیثوں پر ہے جو ابھی لکھی گئی ہیں۔ اور اگر یہ مواقع نہ ہوں تو حرام ہے اور اس کی بنیاد ان حدیثوں پر ہے جو شروع میں لکھی گئی ہیں چنانچہ احیاء العلوم سے یہی بات معلوم ہوتی ہے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو حکم عام ہو اس کی دلالت ظنی ہوتی ہے۔ اور جو حکم خاص ہو اس کی دلالت یقینی ہوتی ہے۔ پس جب خاص اور عام احکام آپس میں متعارض ہوں تو خاص حکم پر عمل کرنا چاہیئے خواہ وہ حکم عام حکم سے مقدم ہو یا موخر ہو۔

بعض علمائے حنفیہ نے بھی امام شافعی کے قول کے موافق فتوے دیا ہے۔ چنانچہ کتاب ملتقط میں لکھا ہے کہ بعض آدمی کہتے ہیں کہ شادیوں اور ولیموں میں گانا مباح ہے جس طرح کہ ان موقعوں پر دف بجانا مباح ہے حالانکہ دف بجانا لہو میں ضرور داخل ہے۔ مگر وہ اس لئے مباح ہے کہ اس سے نکاح کا مشہور کرنا مطلوب ہوتا ہے اور بانی شریعت علیہ الصلوۃ والسلام

نے ہدایت کی ہے کہ نکاح کا اعلان کیا کرو۔ اگرچہ یہ اعلان
دف سے ہو کتاب **ذخیرہ** میں لکھا ہے کہ بعض علما کے نزدیک
خوشی کے موقعوں پر دف بجانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے
کتاب **خلاصہ** میں لکھا ہے کہ گانا عام طور پر علما کے نزدیک
حرام ہے۔ مگر شادی اور ولیمہ کے موقع پر بعض علما نے اس
کو جائز بتایا ہے۔ واضح ہو کہ ان حنفی علماء کا قول مذہب
حنفی کے اصول کے موافق نہیں ہے کیونکہ **امام اعظم**
رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک خاص حکم کی طرح عام حکم کی دلالت
بھی یقینی ہوتی ہے۔ لیکن اگر خاص اور عام احکام آپس
میں متعارض ہوں اور ان حکموں کی تاریخ معلوم ہو تو جو
حکم موخر ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔ اور اس کو اس
حکم کا ناسخ خیال کریں گے جو مقدم ہے اور اس حکم مقدم
کو منسوخ سمجھیں گے اور اگر ان حکموں کی تاریخ معلوم نہ ہو
تو اس حکم کو جو حرام ہونے پر دلالت کرتا ہے اس حکم پر جس
سے مباح ہونا ثابت ہوتا ہے احتیاطاً ترجیح دیں گے
عید کے دن گانا اور بجانا جو لہو میں داخل ہے کس طرح جائز
ہو سکتا ہے جبکہ خداوند عالم کفار کے حق میں فرماتا ہے۔
الذین اتخذوا دینھم لھواً ولعباً یعنی انھوں نے اپنے دین کو لہو ولعب
بنا لیا ہے بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے

کہ خدا نے ہر قوم کے لئے عید کا دن مقرر کیا ہے۔ مگر کافروں نے تو اپنی عید کو لہو ولعب کا مجموعہ بنا لیا اور مسلمانوں نے اپنی عید کو عبادت کا دن ٹھہرایا۔ چنانچہ عیدین میں نماز پڑھنا تکبیریں کہنا۔ قربانی کرنا۔ صدقہ دینا۔ خطبہ پڑھنا یہ سب باتیں اس دعوی کو بخوبی ثابت کرتی ہیں۔

خوشی اور غم جو انسان کی طبیعت پر فطرتی طور سے طاری ہوتا ہے اس کو شریعت نے منع نہیں کیا ہے۔ البتہ خوشی اور غم میں تکلف اور مبالغہ کرنا ضرور مکروہ ہے چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ "اللہ خوش ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا" محققوں نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں کئی جگہ خوش ہونے کی مذمت کی گئی ہے۔ مثلاً وہ دنیا کی چند روزہ زندگی پر خوش ہیں یہ اس کا عوض ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوش ہوتے تھے"جب پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر پہونچے تو وہ ان باتوں پر خوش ہونے اور اترانے لگے جن کو وہ پہلے سے جانتے تھے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس دولت پر خوش ہوں گے جو ان کو دی گئی ہے الخ" ان تمام آیتوں کے ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خوشی میں مبالغہ کرنا جائز نہیں ہے۔

علمائے حنفیہ نے اس بات پر فتویٰ دیا ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی وحشت دور کرنے کے لئے (اور دل کو منانے

کے لئے نہیں) گائے تو اس طرح کا گانا جائز ہے۔ چنانچہ کتاب نافع اور ذخیرہ میں لکھا ہے کہ اس طرح سے گانے میں کہ اپنے سوا کوئی اور نہ سنے اور اس سے وحشت دور کرنی مطلوب ہو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اس قول کی سند میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ انسؓ بن مالکؓ اپنے بھائی براء بن مالک کے پاس اس حال میں پہنچے کہ وہ گا رہے تھے ابن ہمام نے فتح القدیر میں بیان کیا ہے کہ شمس الائمہ سرخسی نے اسی قول کے موافق فتویٰ دیا ہے۔ بعض علماء اس بات کو بھی مکروہ جانتے ہیں اور شیخ الاسلام کا فتویٰ اسی قول کے موافق ہے نیز براء بن مالک کے گانے کی انھوں نے یہ تاویل کی ہے کہ وہ ایسے اشعار جن میں حکمت اور نصیحت کی باتیں بیان کی گئی تھیں عمدہ لہجہ اور خوش الحانی سے پڑھ رہے ہوں گے۔ ایک حدیث میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ "جو شخص قرآن کو گا کر نہیں پڑھتا وہ ہماری امت میں نہیں ہے"۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیتِ قرآنی اور اشعار نصیحت آمیز کو ایسے لہجہ سے پڑھنا کہ وہ گانے سے مشابہ ہو جائز ہے۔

بعض علما نے لکھا ہے کہ اپنی بیوی۔ یا کنیز سے گانا سننا جائز ہے۔ کیونکہ گانا سننے سے خواہش نفسانی کو تحریک

ہوتی ہے اور اپنی بیوی یا کنیز کے لئے خواہش نفسانی کو حرکت میں لانا جائز بلکہ مستحب ہے چنانچہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ تین موقعوں کے سوا مسلمانوں کو لہو و بازی کرنا منع ہے۔ ان میں سے ایک موقع پر اپنی بیوی کے ساتھ لہو و بازی کرنے کا ہے شیخ اجل نجم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اپنی کنیز سے گانا سننا مباح ہے اور فتاوی ابراہیم شاہی میں لکھا ہے کہ اپنی بیوی سے بھی گانا سننا جائز ہے

بعض اہل تصوف جو گانا سنتے ہیں اس کی نسبت نہ کوئی آیت شریف نازل ہوئی ہے نہ کوئی حدیث صحیح وارد ہوئی ہے قدماء مجتہدین سے اس باب میں دو روایتیں ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت صوفیوں میں گانے کا رواج نہیں تھا اور متاخرین میں سے جن علمانے صوفیوں کے گانے کو ناجائز بتایا ہے وہ درحقیقت سننے والوں کے حال سے بے خبر ہیں۔ لیکن اگر کوئی غور کرے تو کسی شرعی دلیل سے اس کا حرام اور مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اسی بنا پر علمائے محققین نے اس کے مباح ہونے کا فتویٰ دیا ہے شرح کافی میں لکھا ہے کہ علماء کے نزدیک گانا سننا لہو و بازی کے طور پر اور اس طور پر کہ فاسق

لوگ جمع ہوں اور نماز اور قرآن پڑھنے سے باز رہیں حرام ہے مگر جو لوگ صالح ہیں اور قرآن اور نماز پڑھنے میں مشغول رہتے ہیں ان کو گانا سننا حلال ہے اور اس پر تمام علما کا اتفاق ہے۔کیونکہ گانا سننے میں ان کی توجہ خدا کی طرف مائل ہوتی ہے۔اور وہ آخرت کی باتوں کو اس ذریعہ سے یاد کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ مقصد نہایت عمدہ ہے اور اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔ نیز اس مقصد کے لئے وجد کرنا اور جوش میں آکر ناچنا بھی جائز اور مباح ہے **شرح بزدوی** مصنفہ **ابوالقاسم بن محمد بن عبداللہ الدمشقی** میں بھی یہی مضمون لکھا ہے اور کتاب **امتاع** میں لکھا ہے کہ گانا سننے سے رقت پیدا ہوتی ہے اور دیدار الٰہی کا شوق حرکت میں آتا ہے اور اس کے غصہ اور عذاب سے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے اور ان سب باتوں سے رفتہ رفتہ خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے اور جب گانا سننے کا یہ مطلب ہو تو کون کہہ سکتا ہے کہ ان میں لہو و بازی کا دخل ہے **شیخ شہاب الدین سہروردی** رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب **عوارف** میں فرماتے ہیں کہ گانا سننے سے خدا کی رحمت اور برکت نازل ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ گانا ایسے اشعار کو خوش الحانی سے ادا

کرنے کا نام ہے جن میں محبوب کا ذکر ہو اس سے سننے والے کے دل میں محبوب کے دیکھنے اور اس کی رضامندی حاصل کرنے اور اس کی ناراضی سے ڈرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ پس عوام الناس جن کے دلوں میں عورتوں یا مردوں کی محبت بھری رہتی ہے ان کو گانا سننے سے عورتوں یا مردوں سے ملنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور یہ شوق ان کو شہوت نفسانی کی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے۔ اسی وجہ سے گانا سننا ایسے لوگوں کے لئے حرام ہے۔ مگر جن لوگوں نے اپنے دلوں کو ماسوی اللہ کی خواہش اور محبت سے بالکل پاک کر لیا ہے اور ذات باری جل شانہ کے سوا اور کوئی مقصد ان کا نہیں ہے گانا سننے سے ان کے دلوں میں خدا ہی کے دیدار کا شوق پیدا ہوتا ہے اور اسی کی رضامندی حاصل کرنے اور ناراضی سے بچنے کا خیال جوش میں آتا ہے اس لئے گانا سننا ان کے حق میں عین رحمت اور برکت ہے۔ بلکہ بمنزلہ عبادت کے ہے اور **لہو الحدیث** جس کی حرمت پر قرآن و حدیث متفق ہیں اس گانے کو ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

پس جو شخص درویشوں کو گانا سننے میں مشغول دیکھے

اس کو لازم ہے کہ ان کی نسبت نیک گمان کرے۔ کیونکہ خدا نے ہم کو بدگمانی کرنے سے منع کیا ہے اور نیک گمان رکھنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن مجید کی طرح احادیث شریف سے بھی یہی ہدایت ہوتی ہے جو آدمی گانا سننا چاہیے اس کو لازم ہے کہ پہلے اپنے نفس کا امتحان کرے۔ جیسا کہ حکم دیا گیا ہے کہ حاسبوا قبل ان تحاسبوا یعنی اس سے پہلے کہ تم سے باز پرس کی جائے اپنے نفس سے باز پرس کیا کرو۔ اگر معلوم ہو کہ اس کا نفس قابو میں ہے اور گانا سننے سے اس کے جذبات حرکت میں نہیں آئیں گے تو گانا سننا اس کے لئے جائز ہے ورنہ ہرگز جائز نہیں ہے۔

نفس را تسبیح زاہد دو ہمیں
خنجر و شمشیر اندر آستیں

گانا سننے کے لئے چند شرطیں ہیں جن میں سے بعض ضروری اور بعض استحبابی ہیں اور اس موقع پر سات امور کی نسبت بحث کرنی لازم ہے۔ (اول) گانا کا مضمون کیسا ہونا چاہئے۔ (دوم) گانے والا کیسا ہو۔ (سوم) سننے والا کیسا ہونا چاہئے (چہارم) گانا سننے کا وقت کونسا اختیار کرنا چاہئے۔ (پنجم) گانا سننے کے لئے کونسی جگہ مناسب ہے۔ (ششم) حاضرین مجلس کیسے ہوں (ہفتم) مزامیر

پہلی بات یعنی گانے کا مضمون کیسا ہونا چاہئے اس کی نسبت علمائے فقہ نے لکھا ہے کہ اشعار یا گیت جو گائے جائیں ان میں نہ کوئی بات کفر و معصیت کی ہو۔ نہ کسی زندہ عورت۔ یا مرد کے حسن و جمال کا ذکر ہو۔ اگر کسی ایسی حسین عورت کا ذکر ہو جو اب زندہ نہیں ہے۔ مثلاً لیلیٰ۔ شیریں وغیرہ۔ یا کسی غیر معیّن محبوب کا ذکر ہو تو اس راگ یا شعر کے گانے اور سننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ چنانچہ فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اگر اشعار میں کسی غیر معیّن عورت کے حسن و جمال کا ذکر ہو تو ان کا گانا اور سننا مباح ہے عرب کے مشہور شاعر کعب بن زہیر نے جو قصیدہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) کے حضور میں پڑھ کر سنایا تھا اس کی تمہید میں سعاد کا ذکر ہے جو ایک فرضی معشوقہ کا نام ہے۔ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اس قصیدہ کے پڑھنے سے کعب بن زہیر کو منع نہیں فرمایا۔

دوسری بات یعنی گانے والا کیسا ہو اس کی نسبت علمائے فقہ نے لکھا ہے کہ وہ بے نماز اور بدکار نہ ہو اور اس کا پیشہ گانا بجانا اور اس پیشہ سے روزی کمانا نہ ہو۔ کتاب فتح القدیر میں لکھا ہے کہ تمام علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ گانا اس غرض سے کہ اس سے روپیہ

حاصل کیا جائے حرام ہے اور جو شخص گانے بجانے کو اپنا پیشہ بنائے اور اسی ذریعہ سے روزی کماتا ہو اس کی شہادت مقبول نہیں ہے۔

تیسری بات یعنی گانا سننے والا کیسا ہو اس کی نسبت علما لکھتے ہیں کہ جو شخص گانا سننا چاہے وہ ایسا شخص ہو جس کو اپنے نفس پر اختیار ہو۔ تاکہ گانا سننے سے اس کے نفسانی جذبات حرکت میں نہ آئیں اور وہ شہوت میں مبتلا نہ ہو جائے۔

چوتھی بات یعنی گانا سننے کا وقت کونسا مقرر کرنا چاہئے اس کی نسبت علمانے تحریر کیا ہے کہ گانا سننے کا وقت نماز اور وظیفہ پڑھنے کا وقت نہ ہو۔

پانچویں بات یعنی گانا سننے کے لئے کونسی جگہ مقرر کی جائے۔ اس کی نسبت علما لکھتے ہیں کہ گانا سننے کی کے لئے ایسا مکان ہونا چاہئے جس میں تنہائی کا موقع حاصل ہو۔ مسجد میں گانا ہرگز نہ سننا چاہئے۔ کیونکہ مسجد میں شور وغل مچانا قطعاً حرام ہے۔ بلکہ جو نمازیں فرض ہیں انہیں کو مسجد میں ادا کرنا چاہئے۔ نوافل گھر ہی پر آکر پڑھیں تو بہتر ہے۔

چھٹی بات یعنی حاضرین مجلس کیسے ہوں۔ اس کی نسبت

علما تحریر کرتے ہیں کہ گانا سننے کی مجلس میں جن لوگوں کو شریک کیا جائے وہ نہ تو بدکار ہوں۔ نہ غیر محرم ہوں۔ کیونکہ اگر سماع کی مجلس میں ایسے لوگ موجود ہوں گے تو ان کے بُرے صحبت سے صوفی کے دل کا آئینہ دھندلا ہو جائے گا۔ اور روحانی تجلیاں اس کے دل و دماغ پر نازل نہیں ہوں گی۔ خداوند عالم خود فرماتا ہے کہ "مسلمانو! نصیحت سنانے اور ہدایت کرنے کے بعد فاسق اور ظالم آدمیوں کے پاس بیٹھنے نہ رہا کرو۔" **مولانا روم** نے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

فاسقوں اور بدکاروں کی صحبت میں بیٹھنے سے قرآن و حدیث میں جا بجا منع کیا گیا ہے۔

ساتویں بات یعنی مزامیر کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔ اس کی نسبت علما فرماتے ہیں کہ اگر مزامیر سے خدا کی محبت اور اس کے دیدار کا شوق حرکت میں آتا ہو تو ان کے استعمال کو حرام نہیں کہہ سکتے۔ خیال کرنا چاہیے کہ جب نکاح کا اعلان کرنے۔ قافلہ کو خبردار کرنے۔ غازیوں کو مستعد اور ہوشیار کرنے کے لئے

دف اور نقارہ کا استعمال جائز ہے۔ بلکہ عین عبادت ہے تو مزامیر کا استعمال اس غرض سے کہ ان سے دیدار الٰہی کا شوق اور ولولہ پیدا ہو اور بھی بہتر ہوگا مولانا روم فرماتے ہیں

ہمچو نے زہرے و تریاقے کہ دید
ہمچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید

یعنی نے فاسقوں کے حق میں زہر ہے۔ اور صادقوں کے حق میں تریاق۔

مگر حضرات نقشبندیہ نے جب دیکھا کہ رسول خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ کرام اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین) کے زمانے میں جو کہ خیر القرون کہلاتا ہے دیدار الٰہی کے شوق اور ولولہ کو اکسانے اور حرکت میں لانے کے لئے گانا سننے کا مشغلہ اختیار نہیں کیا گیا تو انھوں نے اس اصول پر عمل کیا کہ ہر ایک بدعت حرام ہے۔ وہ بدعت سیّیہ کی طرح بدعت حسنہ سے بھی گریز کرتے ہیں۔ اور اسی لئے مجلس سماع قائم نہیں کرتے۔ نہ اس میں شریک ہوتے ہیں۔ تاہم سماع کو مباح۔ بلکہ مستحب ضرور جانتے ہیں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "نہ این کار میکنم ونہ انکار میکنم یعنی

نہ تو میں یہ کام کرتا ہوں۔ نہ اس کو برا جانتا ہوں۔ نقشبندیوں نے وہ کام قرآن اور نماز اور ذکر و فکر سے لیا ہے جو اوروں نے گانے اور بجانے سے لیا تھا۔

اشعار

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را
ناقصے گر کند ایں طائفہ را طعن و قصور
حاش للہ کہ بر آرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را
یک نفس صحبتِ ایں طایفہ با حُسنِ قبول
مے برد وسوسۂ خلوت و فکرِ چلہ را

والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالےٰ علےٰ خیرِ خلقہٖ محمدٍ و آلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ واولیاءِ اُمتہٖ اجمعین۔

تمت بالخیر

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اشعار

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Author Pānīpatī, Muḥammad Sanā' Allāh
Title Ḥuqūqu-l-Islām : ....

MG1 .P192hq U/S 31926

K.P. No 203

C
9